مسئلہ

شہادت ثالثہ در نماز

آیت اللہ ڈاکٹر سید نیاز محمد ہمدانی

مجلس تعلیم القرآن۔ لاہور

فہرست عنوانات

پیش لفظ

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ عبدہ ورسولہ الکریم

سیدنا و مولانا ابی القاسم محمد و الہ الطیبین الطاہرین المعصومین

مذہب شیعہ خیر البریہ اور دیگر اسلامی مذاہب میں بنیادی امتیاز عقیدۂ ولایت علی ابن ابی طالب علیہما السلام ہے۔ روئے زمین کے کسی بھی خطہ میں رہنے والے کسی شیعہ کو اس بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ ختم نبوت کے بعد امت کی جمعیت اور مرکزیت کا محور سلسلہ ولایت ہے جس کا اعلان رسول اللہؐ نے مقام غدیر پر ان الفاظ میں فرمایا: من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ ولایت علیؑ کے اس اعلان سے ہی دین وایمان کی تکمیل ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ مذہب تشیع کے پیروکار، خواہ عوام ہوں یا علماء وفقہاء، ہر دور میں عقیدۂ ولایتِ علیؑ کا برملا اظہار کرتے آئے ہیں۔ کلمہ واذان واقامت میں، مساجد کی محرابوں اور درودیوار پر، گھروں، دکانوں اور دفاتر کی آرائش کے لیے استعمال ہونے والے آرائشی قطعات کے ذریعے اور جہاں بھی شرعی گنجائش اور اجازت موجود ہے، شب و روز علی ولی اللہ کا اظہار کیا جاتا رہا ہے اور کیا جاتا رہے گا۔ اس لیے کہ یہی کسی کے شیعہ ہونے کی سب سے نمایاں پہچان ہے۔

لیکن بدقسمتی سے کچھ عرصہ سے کچھ شر پسند تشہد میں شہادت ثالثہ کے جواز، وجوب اور حرمت کی بحث چھیڑ کر قوم کے اندر ایک نیا تفرقہ پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ایک طرف کچھ پیشہ ور مقررین ہیں جو تشہد میں شہادت ثالثہ یعنی حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کی شہادت کو نہ صرف جائز بلکہ واجب قرار دے رہے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ وجوب کی مخالفت کرنے والوں کو مقصر، دشمن اہل بیت اور مجہول النسب جیسے نام دے رہے ہیں۔

دوسری طرف وہ حضرات ہیں جو نماز میں شہادت ثالثہ کو واجب تو کیا جائز بھی نہیں سمجھتے بلکہ اسے مبطلِ نماز سمجھتے ہیں۔ اگر یہ مسئلہ صرف ایک علمی بحث کی حد تک محدود رہتا تو شاید اس میں کوئی قباحت نہ ہوتی، لیکن بد قسمتی سے کچھ لوگوں کے غیر علمی اور انتہا پسندانہ ، بلکہ انتہائی جاہلانہ اور غیر اخلاقی طرز عمل نے اس موضوع کو ایک جذباتی مسئلہ بنا دیا ہے۔

کچھ عرصہ قبل ہم نے ایک مختصر رسالہ میں اس مسئلہ کا ایک علمی جائزہ لیا اور اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی۔ ہم نے قطعی اور ناقابل تردید دلائل سے ثابت کیا کہ آئمہ معصومین علیہم السلام کی احادیث میں اذان، اقامت اور تشہد میں شہادت ثالثہ کا نام ونشان تک نہیں ملتا۔

بعض غالیوں نے اس کا جواب دینے کی ایک ناکام کوشش کی جس میں گالی گلوچ اور بدزبانی کے سوا کچھ نہیں تھا۔ (امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: بولو تا کہ پہچانے جاؤ کیونکہ انسان اپنی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔ نہج البلاغہ حکمت: 384۔ غالیوں کے ایک گروہ کی طرف سے شائع شدہ پمفلٹس میں استعمال شدہ زبان صاف صاف بتا رہی ہے کہ ان لوگوں کا امیر المومنین کی ولایت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ علیؑ کی سرپرستی میں بولنے والا شخص ایسی زبان ہرگز استعمال نہیں کرسکتا) ہاں، انہوں نے دبے لفظوں اس حقیقت کا اعتراف ضرور کیا کہ آئمہؑ کے زمانے میں اذان واقامت وتشہد میں شہادت ثالثہ نہیں کہی جاتی تھی۔ اس طرح انہوں نے اپنی شکست کا بالواسطہ اعتراف بھی کرلیا لیکن مومنین اور محبان اہل بیتؑ کو دھوکہ دینے کے لیے انہوں نے یہ موقف اختیار کیا کہ آئمہؑ کے

دور میں تقیہ کی وجہ سے شہادت ثالثہ نہیں کہی جاتی تھی۔اس ایڈیشن میں ہم تقیہ والے مسئلہ پر روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ گزشتہ ایڈیشن میں بیان کردہ بعض مطالب کی کچھ مزید تشریح بھی کریں گے۔اس ایڈیشن میں مومنین کرام اور محبان اہل بیتؑ غالیوں کی چوری اور بددیانتی کے نمونے بھی ملاحظہ فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ بحق محمد وآل محمد علیہم السلام ہم سب کو حق کو پہچاننے اور حق کے بارے میں مخلص رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

خادم علوم قرآن واہلبیت

سید نیاز محمد ہمدانی۔لاہور

www.drhamadani.com

E-mail : syedniazm@yahoo.com

تمھید

اذان اور تشہد میں شہادت ثالثہ کے جواز، وجوب یا حرمت کے بارے میں گفتگو سے پہلے تمہید کے طور پر اس نکتہ کی یاد آوری ضروری ہے کہ اللہ نے تمام جن وانس کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (ذاریات: 56)

ترجمہ: اور ہم نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا

صرف یہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا، بلکہ انہیں عبادت کو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے انجام دینے کا بھی حکم دیا: فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ترجمہ: اور اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کرتے ہوئے اس کو پکارو۔ (غافر: 40)

اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو شیطان کی عبادت سے منع بھی کر دیا:

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يَا بَنِيْ آدَمَ اَنْ لَا تَعْبُدُوْا الشَّيْطَانَ اِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِيْنٌ وَ اَنِ اعْبُدُوْنِي هٰذا صِرَاطٌ مُسْتَقِيْمٌ (یٰس: 60-61)

ترجمہ: اے بنی آدم کیا میں نے تمھیں حکم نہیں دیا کہ تم شیطان کی عبادت نہیں کرو گے کیونکہ وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے، اور یہ کہ تم میری عبادت کرو گے کہ یہی سیدھا راستہ ہے۔

سورۂ یٰسین کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو دو اقسام میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک وہ جو اللہ کی عبادت کرنے والے ہیں اور دوسرے وہ جو شیطان کی عبادت کرنے والے ہیں۔

عبادت کیا ہے؟

کسی کے حکم یا خواہش کی بلا چون و چرا اطاعت کرنے کو عبادت کہتے ہیں۔اصل میں عبادت اور عبد کا مادہ (Root) ایک ہے۔عبد عربی زبان میں غلام کو کہتے ہیں جس کی اپنے مالک اور آقا کی خواہش کے سامنے اپنی کوئی خواہش نہیں ہوتی۔اس کا اٹھنا، بیٹھنا، سونا، جاگنا، آنا جانا غرض کہ تمام حرکات وسکنات اس کے مالک کی مرضی اور خواہش کے تابع ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت کے معنی بھی یہی ہیں کہ بندہ اپنی ہر قسم کی پسند و ناپسند سے بالاتر ہوکر، اپنی زندگی کی تمام حرکات وسکنات اور تمام کاموں کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے حکم اور مرضی کے مطابق انجام دے اور کسی بھی چیز میں اپنی ذاتی پسند و ناپسند کو داخل نہ ہونے دے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام کی حیات طیبہ کا یہ واقعہ تقریباً سب کو معلوم ہے کہ ایک جنگ میں آپ نے ایک کافر کو پچھاڑ دیا۔پھر جب آپ اس کا سر اس کے بدن سے الگ کرنے لگے تو اس نے بے ادبی کرتے ہوئے آپ کے چہرۂ اقدس پر تھوک دیا۔آپ اس کے سینہ سے اتر آئے اور اسے قتل کرنے کا ارادہ موخر کر دیا۔اس پر اس دشمن نے حیرت زدہ ہوکر اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں تجھے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے قتل کرنا چاہتا تھا لیکن تیری اس حرکت نے میرے اندر ذاتی غصہ پیدا کر دیا۔اگر اس حالت میں میں تجھے قتل کر دیتا تو اس میں میرا ذاتی غصہ اور جذبہ انتقام بھی شامل ہو جاتا اور میرا عمل اللہ کے لیے خالص نہ رہتا۔

یہ ہے خالص عبادت جو صرف اور صرف معبود کی رضا کے لیے ہوتی ہے۔

انسان جہاں اللہ کی عبادت کے دائرے سے نکل جاتا ہے وہاں وہ شیطان کی عبادت کے دائرے

میں داخل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:

اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَهٗ ھَوَاهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ (جاثیہ:45)

ترجمہ: اے رسول کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا ہے اور اللہ نے علم کے باوجود اس کو گمراہی میں چھوڑ دیا۔

اس آیت میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام کا علم رکھتے ہیں مگر اس کے احکام کی اطاعت کرنے کی بجائے اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کو نظر انداز کر کے اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے وہ اللہ کو نہیں بلکہ اپنی خواہش کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہے اور ایسا شخص درحقیقت شیطان کی عبادت کر رہا ہوتا ہے۔

عبادت کی اقسام

عبادات کی دو اقسام ہیں: ا۔ توقیفی ۲۔ غیر توقیفی

توقیفی عبادات وہ ہیں جن کی شکل وصورت اور تمام حدود و شرائط اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دی ہیں۔ ان عبادات کے اندر کسی بھی قسم کی تبدیلی کرنا ان عبادات کو باطل کر دیتا ہے۔ اذان، اقامت، نماز، روزہ اور حج ایسی ہی عبادات میں سے ہیں۔ ان کی جو شکل وصورت اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دی ہے اس میں قیامت تک کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔ ان میں کسی بھی قسم کی تبدیلی، کمی یا اضافہ، بدعت اور حرام ہے۔ 1۔

1۔ بعض غالی حضرات اس مقام پر یہ کہہ کر مومنین میں غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ نماز توقیفی عبادت نہیں ہے۔ ان کے جواب میں عرض ہے کہ اگر نماز یا تشہد توقیفی نہیں ہے تو پھر یہ بحث ہی لغو اور بے بنیاد ہو جاتی ہے کہ شہادت ثالثہ تشہد کا جزو ہے یا نہیں۔ اس لیئے کہ غیر توقیفی عبادت کا کوئی مستقل جزو نہیں ہوتا۔ آپ جو چاہیں اس میں داخل کر دیں اور جو چاہیں نکال دیں۔ نہ اضافہ کرنے والا گناہ گار ہے نہ کمی کرنا والا قابل مذمت۔

اس کے برعکس غیر توقیفی عبادات وہ ہیں جن کی کوئی مخصوص شکل وصورت اللہ تعالیٰ نے مقرر نہیں فرمائی ہے۔مثلاً جہاد، امر بمعروف، نہی از منکر اور تبلیغ دین وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ کی بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ہر عمل اس کے حکم اور اس کی خوشنودی کے حصول کے لیے انجام دیں۔جس کے لیے ضروری ہے کہ توقیفی عبادات میں کسی قسم کی تبدیلی اور کمی بیشی نہ کی جائے۔اگر کوئی شخص اذان کے شروع میں چار بار کی بجائے پانچ بار اللہ اکبر کہے تو یہ اذان صحیح نہیں ہوگی۔اسی طرح اگر کوئی شخص اذان یا اقامت میں دو مرتبہ کی بجائے تین مرتبہ اشہدان لا الہ الا اللہ یا اشہدان محمداً رسول اللہ کہے، تو اذان واقامت صحیح نہیں ہوں گے۔اگر کوئی شخص نماز کی ہر رکعت میں دو کی بجائے تین سجدے یا دو رکوع کرنا شروع کردے تو کیا اس کی نماز صحیح ہوگی؟ یا اگر کوئی شخص نماز میں ایک رکعت کا اضافہ کردے تو کیا اس کی نماز صحیح ہوگی؟ ہرگز نہیں!

اگر کوئی شخص اذان واقامت یا نماز میں یہ تبدیلیاں کردے اور اعتراض کرنے والوں کے جواب میں اس قسم کے جملے کہنا شروع کردے کہ وہ کونسا اسلام ہے جس کی اذان واقامت اشہدان لا الہ الا اللہ کہنے سے باطل ہو جاتی ہے، کونسا اسلام ہے جس کی نماز اللہ کو سجدہ کرنے سے یا رکوع کرنے سے باطل ہو جاتی ہے تو بتایئے ایسے شخص کو عقلمند کہا جاسکتا ہے؟ کیا اس کے ان جملوں کی کوئی حیثیت ہوسکتی ہے۔اس شخص کے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ جناب اگر آپ نماز اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق پڑھیں گے تو نماز صحیح ہوگی ورنہ آپ کی نماز باطل ہو گی۔اگر اللہ تعالیٰ نے ہر رکعت میں دو سجدے کرنے کا حکم دیا ہے اور آپ تین سجدے کرنے لگ جائیں تو اگرچہ تیسرا سجدہ اللہ کو ہی کیا گیا ہے اور اس میں بھی اللہ ہی کی تسبیح کی گئی ہے لیکن نماز بہرحال باطل ہوگی اس لیے کہ نماز میں اپنی مرضی سے ایک اضافہ کردیا گیا ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص ہر رکعت میں تشہد پڑھنا شروع کردے اور جب اسے کہا جائے کہ تمہاری نماز باطل ہے تو کیا اس کے لیے ایسے جملے کہنے کی گنجائش ہے کہ ''او دشمن خدا! وہ کونسا اسلام ہے جس کی نماز اللہ کی توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی شہادت دینے سے باطل ہو جاتی ہے؟''

اسی طرح اگر کوئی شخص ماہ رمضان کے سارے روزے رکھے اور پھر عید الفطر کے دن بھی روزہ رکھ لے تو کیا اس کا روزہ درست ہوگا؟ اب کیا اس شخص کے لیے اس قسم کے جملے کہنے کی کوئی گنجائش ہے کہ وہ کونسا دین اور کونسا اسلام ہے جس میں روزہ رکھنا گناہ ہے۔

یہی حال اذان واقامت اور تشہد میں شہادت ثالثہ کا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے اذان واقامت اور تشہد کا واجب یا مستحب جزو قرار دیا ہے تو اسے پڑھنا درست ہوگا اور نماز بھی صحیح ہوگی ورنہ نہیں۔ لہٰذا اب ہم دیکھتے ہیں کہ اذان واقامت اور تشہد میں شہادت ثالثہ کا کیا حکم ہے؟ اس سلسلہ میں سب سے پہلے فقہاء کے فتاویٰ کا جائزہ لیتے ہیں۔

شہادتِ ثالثہ اور فقہاء کے فتاویٰ

اذان واقامت کے بارے میں تمام شیعہ فقہاء کا متفقہ فتویٰ ہے کہ شہادت ثالثہ جزو اذان واقامت نہیں ہے۔ اسے جزو اذان واقامت سمجھنا بدعت ہے مگر جزو اذان واقامت سمجھے بغیر پڑھنا جائز ہے۔

اس وقت استاد المراجع آیت اللہ العظمیٰ سید محمد حسین الطباطبائی البروجردیؒ کا رسالہ توضیح المسائل ہمارے سامنے ہے۔ اس کے حاشیے پر آیت اللہ العظمیٰ سید محسن الحکیم طبا طبائی آیت اللہ العظمیٰ سید روح اللہ خمینی، آیت اللہ العظمیٰ سید محمد رضا گلپائگانی، آیت اللہ العظمیٰ سید محمد کاظم شریعتمدار، آیت اللہ العظمیٰ سید ابوالقاسم خوئی، آیت اللہ العظمیٰ سید احمد خوانساری، آیت اللہ العظمیٰ میلانی، آیت اللہ العظمیٰ سید شہاب الدین نجفی مرعشی اور آیت اللہ العظمیٰ سید محمود شاہرودی (رحمۃ اللہ علیہم) کے فتاوی بھی درج ہیں۔ اس طرح یہ توضیح المسائل دس مراجع تقلید کے فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ اس کے صفحہ 206 پر ہے:

مسئلہ 927: اذان هیجده جمله است:

الله اکبر چهار مرتبه، اشهد ان لا اله الا الله، اشهد ان محمدا رسول الله، حی علی الصلاة، حی علی

الفلاح، حی علی خیر العمل، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ ہر یک دو مرتبہ۔

و اقامت هفده جمله است: یعنی دو مرتبه اللہ اکبر از اول اذان و یک مرتبه لا اله الا اللہ از آخر اذان کم میشود و بعد از حی علی خیر العمل باید دو مرتبه قد قامت الصلوٰۃ اضافه نمود۔

ترجمہ: اذان کے اٹھارہ جملے ہیں:

اللہ اکبر چار مرتبہ، اشہدان لا الہ الا اللہ، اشہدان محمدا رسول اللہ، حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح، حی علی خیر العمل، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ ہر ایک دو دو مرتبہ۔ اقامت کے سترہ جملے ہیں۔ یعنی اذان کے شروع میں سے دو مرتبہ اللہ اکبر اور آخر میں سے ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کم اور حی علی خیر العمل کے بعد دو مرتبہ قد قامت الصلوٰۃ کا اضافہ کر دینا چاہیے۔

مسئله 928: اشهدان علیا ولی اللہ جزو اذان و اقامت نیست ولی خوب ست پس از اشهدان محمدا رسول اللہ بقصد قربت گفته شود۔

ترجمہ: اشہدان علیا ولی اللہ جزو اذان و اقامت نہیں ہے لیکن اچھا ہے کہ اشہدان محمدا رسول اللہ کے بعد قصد قربت سے کہا جائے۔

اس فتویٰ پر آیت اللہ میلانی نے ''اچھا ہے'' کی جگہ'' اہمیت رکھتا ہے '' کہا ہے اور قصد قربت کے بارے میں آیت اللہ شریعتمدار نے کہا ہے: '' قصد قربت مطلقہ سے اور اذان و اقامت کو زینت دینے کے لیے''۔

شہیدین کا فتویٰ

شہید اول اور شہید ثانی رحمۃ اللہ علیہما کے فتاویٰ پر مشتمل کتاب اللمعة الدمشقیه جو صدیوں سے شیعہ مدارس اور حوزہائے علمیہ میں درسی نصاب کے طور پر پڑھائی جا رہی ہے، اس کی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے:

''نماز شروع کرنے سے پہلے اذان اور اقامت مستحب ہیں۔۔۔ان کی کیفیت یہ ہے کہ ان کی نیت کی جائے کیونکہ یہ عبادت ہیں اور اس کا ثواب نیت کا محتاج ہے۔۔۔۔اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہا جاتا ہے، پھر توحید اور رسالت کی گواہی دی جاتی ہے۔پھر تین حی علیٰ، پھر اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کو دو دو مرتبہ کہا جاتا ہے۔اس طرح یہ اٹھارہ جملے ہو گئے۔

اور اقامت کے جملے دو دو ہیں اور یہ وہی اذان کے جملے ہیں،سوائے ان کے جو نکال دیئے جاتے ہیں اور حی علیٰ خیر العمل کے بعد دو مرتبہ قد قامت الصلوٰۃ کا اضافہ کیا جاتا ہے اور آخر میں ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہا جاتا ہے۔اسطرح اس کے سترہ جملے ہیں،تین جملے اذان میں سے کم کر دیئے جاتے ہیں اور دو جملوں کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ یہ وہ جملے ہیں جو شرعاً منقول ہیں۔ان کے علاوہ کسی اور چیز کے اذان و اقامت کا جزو ہونے کا عقیدہ نہیں رکھنا چاہیے جیسا کہ علی علیہ السلام کی ولایت کی شہادت دینا یا اس بات کی شہادت دینا کہ محمد و آلِ محمد خیر البریہ یا خیر البشر ہیں۔حقیقت اگر چہ یہی ہے لیکن ہر حقیقت کو ان عبادات میں داخل نہیں کیا جا سکتا جن کو شریعت نے فرض قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی حدود مقرر کر دی ہیں، کیونکہ ان کو عبادات میں داخل کرنا بدعت اور تشریع ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے نماز میں ایک رکعت یا تشہد کا اضافہ کر دیا جائے۔مختصر یہ کہ یہ احکامِ ایمان میں سے تو ہے لیکن اذان کے جملوں میں سے نہیں ہے۔شیخ صدوق نے فرمایا ہے کہ اس کو اذان میں داخل کرنا مفوِّضہ کی گھڑی ہوئی باتوں میں سے ہے اور وہ غالیوں کا ایک گروہ ہیں۔اگر اس اضافے یا ان دونوں میں سے کسی ایک کو جزو اذان سمجھ کر کہا جائے تو ایسا کرنے والا اپنے اس عقیدہ کی وجہ سے گناہ گار ہوگا لیکن اس سے اذان باطل نہیں ہوگی اور اس عقیدہ کے بغیر کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

ہماری فقہ کی جتنی بھی کتب بزرگ فقہاء نے لکھی ہیں ان میں سے کسی نے بھی اذان اور اقامت کے جملوں میں شہادتِ ولایت کا ذکر نہیں کیا۔اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ بات ان کے ہاں ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر تھی کہ شہادت ثالثہ اذان و اقامت کا جزو نہیں ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کی اذان

محمد جواد مغنیہ اپنی کتاب فقہ الامام الصادق جلد اول صفحہ 166 پر لکھتے ہیں:

یہ بات بالاجماع ثابت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام اس طرح اذان دیتے تھے :

الله اکبر الله اکبر الله اکبر الله اکبر

اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان لا اله الا الله

اشهد ان محمدا رسول الله اشهد ان محمدا رسول الله

حی علیٰ الصلوٰة حی علیٰ الصلوٰة

حی علیٰ الفلاح حی علیٰ الفلاح

حی علیٰ خیر العمل حی علیٰ خیر العمل

الله اکبر الله اکبر

لا اله الا الله لا اله الا الله

و اتفقوا جمیعاً علی ان قول اشهد ان علیا ولی الله لیس من فصول الاذان و اجزائه و من اتی به بنیة انه من الاذان فقد ابدع فی الدین و ادخل فیه ما هو خارج عنه، و من احب ان یطلع علیٰ اقوال کبار العلماء و انکارهم ذالک فعلیه بالجزء الرابع من مستمسک الحکیم " فصول الاذان و الاقامة"

ترجمہ: "اور سب اس بات پر متفق ہیں کہ اشہد ان علیا ولی اللہ اذان کے جملوں اور اس کے اجزاء میں سے نہیں ہے، اور جو اسے جزء اذان کی نیت سے کہے وہ دین میں بدعت کا مرتکب ہوتا ہے اور اس چیز کو دین میں داخل کرتا ہے جو اس سے خارج ہے۔ جو اس بارے میں علمائے بزرگ کے اقوال کو جاننے کا خواہشمند ہو وہ

(آیت اللہ محسن الحکیمؒ) کی کتاب مستمسک کی چوتھی جلد میں 'فصول الاذان والاقامۃ' کی طرف رجوع کرے۔''

احادیثِ معصومینؑ

اگر آئمہ معصومین علیہم السلام کی احادیث کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح نظر آئے گی کہ انہوں نے کبھی اذان و اقامت میں شہادت ثالثہ کا کہیں ذکر نہیں فرمایا۔نمونے کے طور پر چند احادیث یہاں پیش کی جاتی ہیں۔

ا۔ **عن اسماعیل الجعفی قال سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول الاذان و الاقامۃ خمسۃ و ثلٰثون حرفاً۔فعد ذٰلک بیدہ واحداً واحداً۔الاذان ثمانیۃ عشر حرفاً و الاقامۃ سبعۃ عشر حرفاً۔**

اسماعیل جعفی سے روایت ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اذان اور اقامت کے پینتیس جملے ہیں۔پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے ان کو ایک ایک کر کے گنا۔اذان کے اٹھارہ جملے اور اقامت کے سترہ جملے۔ (کافی جلد 3 صفحہ 302۔کتاب الوافی جلد 2 کتاب الصلوٰۃ صفحہ 88)

قم اور دمشق کے بعض مولوی صاحبان جنہوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ اذان کے بیس اور اقامت کے انیس جملے ہیں کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ انہوں نے کس امام کی حدیث کی بنیاد پر یہ فتویٰ دیا ہے؟

2۔ ابو بکر حضرمی اور کلیب اسدی سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہمارے لیے اذان بیان فرمائی اور فرمایا :

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر، اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ، اشھد ان محمداً رسول اللّٰہ اشھد ان محمداً رسول اللّٰہ، حی علیٰ الصلوٰۃ حی علیٰ الصلوٰۃ، حی علیٰ الفلاح حی علیٰ الفلاح، حی علیٰ خیر العمل حی علیٰ خیر العمل، اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر، لا الہ الا اللّٰہ لا الہ الا اللّٰہ

(تہذیب الاحکام جلد 2 صفحہ 60)

یہ بات سو فیصد یقینی اور قطعی ہے کہ آئمہ معصومین علیہم السلام نے جس کسی کو بھی اذان اور اقامت کی تعلیم دی اس میں شہادت ثالثہ کا کہیں ذکر نہیں فرمایا۔یہی وجہ ہے کہ شیخ صدوقؒ مندرجہ بالا حدیث درج کرنے کے بعد فرماتے ہیں :

هذا هو الاذان الصحيح، لا يزاد فيه و لا ينقص منه، و المفوضة لعنهم اللّٰه قد وضعوا اخبارأزادو ابها في الاذان محمد و آله خير البرية مرتين و في بعض رواياتهم بعد اشهد ان محمداً رسول اللّٰه اشهد ان عليا ولي اللّٰه مرتين، و منهم من روى بدل ذالك اشهد ان عليا امير المومنين حقاً مرتين ـ و لا شك في ان عليا ولي اللّٰه و انه امير المومنين حقاًو ان محمداًو آل محمد صلوات اللّٰه و سلامه عليهم اجمعين خير البرية و ليس ذالك في اصل الاذان ـ و انما ذكرت ذالك ليعرف بهٰذه الزيادة المتهمون بالتفويض المدلسون انفسهم في جملتنا ـ

ترجمہ : '' یہی صحیح اذان ہے، نہ اس میں کوئی کمی کی جاسکتی ہے اور نہ اس میں کوئی اضافہ کیا جاسکتا ہے۔اور مفوضہ، اللہ ان پر لعنت کرے،انہوں نے احادیث گھڑ لی ہیں جن کی رو سے انہوں نے اذان میں دومرتبہ '' محمد وآلہ خیر البریہ '' کا اضافہ کردیا ہے۔ان کی بعض روایات میں اشہدان محمدا رسول اللہ کے بعد دو مرتبہ اشہدان علیا ولی اللہ آیا ہے اور ان میں سے بعض نے اس کے بدلے میں دومرتبہ اشہدان علیا امیر المومنین حقاً نقل کیا ہے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت علی اللہ کے ولی ہیں،ان کا امیر المومنین ہونا بھی حق ہے اور یہ بھی حق ہے کہ محمد وآل محمد خیر البریہ ہیں،لیکن یہ باتیں جزو اذان نہیں ہیں۔ہم نے اس بات کا ذکر اس لیے کیا تاکہ اس اضافہ کے ذریعہ آپ مفوضہ کو پہچان سکیں جنہوں نے از راہ فریب اپنے آپ کو ہم میں داخل کر رکھا ہے۔'' (من لایحضرہ الفقیہ جلد اول صفحہ 290۔الوافی جلد 2 صفحہ 89)

الوافی میں محسن فیض کاشانی شیخ صدوق کی اس بات کو نقل کرنے کے بعد مفوضہ کی تعریف اس طرح

کرتے ہیں:

'' مفوضہ وہ لوگ ہیں جن کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خلق کرنے کے بعد کائنات کی تخلیق ان کے سپرد کردی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے سپرد کردی۔''

بعض لوگوں کو ''مفوضہ پر لعنت'' کی بات بہت کڑوی اور سخت لگی ہے۔لیکن یہ بات یادر ہے کہ یہ جملہ شیخ صدوقؒ کا ہے ہمارا نہیں ہے۔شیخ صدوق کا تعارف صفحہ 47 پر ملاحظہ فرمائیے۔ نیز یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ یہ لعنت مفوضہ پر کی گئی ہے کسی شیعہ اثناعشری کو اس سے تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔

معراج کی اذان

غالی اور مفوضہ لوگ مومنین کو دھوکا دینے کے لیے ان احادیث کا ذکر کرتے ہیں جن میں یہ بیان ہوا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تو انہوں نے عرش کے پائے پر، جنت کے دروازے پر اور آسمان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی کے ساتھ علی ولی اللہ لکھا ہوا دیکھا۔لہٰذا ثابت ہوا کہ شہادتِ ولایت جزو اذان واقامت وتشہد ہے۔کیا ان غالی حضرات کو وہ حدیث نظر نہیں آئی جس میں جبرائیلؑ کی اس اذان کا ذکر ہے جو انہوں نے واقعہ معراج میں اس وقت دی تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام انبیاء اور فرشتوں کو نماز پڑھائی تھی۔مومنین یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

زرارہ اور فضیل بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے اور بیت المعمور پر پہنچے تو نماز کا وقت ہوگیا۔پس جبرائیل نے اذان دی اور اقامت کہی۔ پھر رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم آگے بڑھے اور فرشتے اور انبیاء آپ کے پیچھے صف بستہ ہوگئے۔ہم نے پوچھا جبرائیل نے کیسے اذان دی تو آپ نے فرمایا:

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر

اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ

اشھد ان محمداً رسول اللّٰہ اشھد ان محمداً رسول اللّٰہ

حی علیٰ الصلوٰۃ حی علیٰ الصلوٰۃ

حی علیٰ الفلاح حی علیٰ الفلاح

حی علیٰ خیر العمل حی علیٰ خیر العمل

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر

لا الہ الا اللّٰہ لا الہ الا اللّٰہ

(تہذیب الاحکام جلد 2 صفحہ 61)

☆☆☆

امام رضا اور حکمت اذان

فضل بن شاذان حضرت امام رضا علیہ السلام کے خواص میں سے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگوں کو اذان کا حکم کئی وجوہات کی بنیاد پر دیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ بھولے ہوؤں کے لیے یاد دہانی ہو، غافل کے لیے تنبیہ اور جاہل کے لیے وقتِ نماز کی معرفت کا باعث ہو۔ اس کے ذریعہ مؤذن لوگوں کو اللہ کی عبادت کی طرف بلاتا ہے اور انہیں عبادت کی طرف راغب کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اسلام و ایمان کا اقرار کرتا ہے، اور جو اسے بھولے ہوئے ہیں ان کو پکارتا ہے۔ مؤذن کو مؤذن اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے۔ اس (اذان) کا آغاز تکبیر (اللہ اکبر) سے اور اختتام تہلیل (لا الہ الا اللہ) پر ہوتا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اس کا آغاز اور اختتام اسی کے نام سے ہو کیونکہ تکبیر میں اللہ کا نام پہلے اور تہلیل میں اللہ کا نام آخر پہ آتا ہے۔ اذان کے جملوں کو دو دو مرتبہ اس لیے قرار دیا تاکہ سننے والوں کے لیے تاکید

ہو، کہ اگر کوئی شخص پہلی مرتبہ نہ سن سکے تو دوسری مرتبہ سن لے۔ اذان کے جملوں کو دو دو مرتبہ اس لیے قرار دیا گیا کہ نمازیں دو دو رکعت ہیں۔ اذان کے آغاز میں تکبیر کو چار مرتبہ اس لیے قرار دیا گیا تا کہ غفلت کو دور کیا جا سکے اس لیے کہ اس سے پہلے ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس سے سننے والے کو متنبہ کیا جا سکے۔ لہٰذا پہلی دو تکبیریں سامعین کو متنبہ کرنے کے لیے ہیں۔ تکبیر کے بعد شہادتین مقرر کی گئی ہیں اس لیے کہ ایمان میں پہلی چیز توحید اور دوسری چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اقرار ہے اور ان دونوں کی اطاعت اور معرفت ایک دسرے کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں۔ چونکہ ایمان کی بنیاد شہادت ہے اس لیے شہادتین کو دو مرتبہ قرار دیا گیا جیسا کہ تمام حقوق میں دو گواہ مقرر کئے گئے ہیں۔ لہٰذا جب بندہ توحید اور رسالت کا اقرار کر لیتا ہے تو وہ سارے ایمان کا اقرار کر لیتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان ہی ایمان کی بنیاد ہے۔ شہادتین کے بعد نماز کی طرف دعوت کو رکھا گیا ہے جو کہ اذان کے وسط میں ہے۔ اس کے بعد فلاح اور خیر العمل کی طرف دعوت دی گئی ہے اس کے بعد اس کا اختتام اپنے نام پر کیا جیسا کہ آغاز اپنے نام سے کیا تھا۔'' (کتاب الوافی جلد 2، کتاب الصلوٰۃ، صفحہ 96)

اس فرمان میں امام رضا علیہ السلام نے اذان کی حکمت کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اگر شہادتِ ولایت اذان کا جزو ہوتی تو کیا امام رضا علیہ السلام اس کا ذکر نہ فرماتے؟ کیا غالی اور مفوضہ آئمہ معصومین علیہم السلام سے زیادہ ولایتِ علی علیہ السلام رکھتے ہیں؟

اس حکمت اذان میں یہ جملہ قابل غور ہے کہ ''شہادتین کے بعد نماز کی طرف دعوت کو رکھا گیا جو اذان کے وسط میں ہے۔'' اس جملے سے یہ بات صاف صاف عیاں ہے کہ اشہد ان محمداً رسول اللہ کے بعد حی علیٰ الصلوٰۃ ہے۔ اس لیے کہ اسی صورت میں یہ وسط اذان میں ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اسی طرح آٹھ جملے دعوتِ نماز سے پہلے بنتے ہیں اور آٹھ جملے دعوتِ نماز کے بعد۔

****

شہادت ثالثہ اور تشہد

اذان و اقامت کے بعد دیکھتے ہیں کہ تشہد میں کیا پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس سلسلے میں کتاب الوافی جلد 2 صفحہ 115-116 سے مندرجہ ذیل روایات مومنین کے مطالعہ کے لیے نقل کی جارہی ہیں۔ کتاب الوافی کتب اربعہ کا مجموعہ ہے جسے محدث بزرگ محسن فیض کاشانی نے ترتیب دیا ہے۔ یہ تمام روایات وسائل الشیعہ اور جامع احادیث الشیعہ میں بھی موجود ہیں۔

1. کافی، تہذیب الاحکام اور الاستبصار میں سورہ بن کلیب سے روایت ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ تشہد میں کیا پڑھنا ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا: شہادتین۔

2. تہذیب اور استبصار میں عبدالملک بن عمرو الاحول سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا پہلی دو رکعت میں تشہد یہ ہے :

الحمد للہ اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہٗ لاشریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہٗ و رسولہ اللّٰھم صل علیٰ محمد و آل محمد و تقبل شفاعتہٗ و ارفع درجتہٗ۔

3. تہذیب الاحکام میں ابوبصیر سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جب تم دوسری رکعت پڑھ کر بیٹھو تو کہو:

بسم اللّٰہ و باللہ و الحمد للہ و خیر الاسماء للہ اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہٗ لاشریک لہ و ان محمدا عبدہٗ و رسولہ ارسلہٗ بالحق بشیراً و نذیراً بین یدی الساعہ۔ اشھد انک نعم الرب و ان محمداً نعم الرسول اللّٰھم صل علیٰ محمد و آل محمد و تقبل شفاعتہٗ فی امتہ و ارفع درجتہٗ

پھر دو یا تین مرتبہ اللہ تعالیٰ کی حمد کہو اور کھڑے ہو جاؤ۔ پھر جب چوتھی رکعت پڑھ کر بیٹھو تو کہو:

بسم اللّٰہ و باللہ و الحمد للہ و خیر الاسماء للہ اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ و اشھدان محمدا عبدہٗ ورسولہ ارسلہ بالحق بشیراً ونذیراً بین یدی الساعہ۔اشھد انک نعم الرب وان محمداً نعم الرسول التحیات للہ والصلوٰت الطاھرات الطیبات الزاکیات الغادیات الرائحات السابغات الناعمات للہ ماطاب وزکاوطھروخلص وصفا فللّٰہ واشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ و اشھدان محمدا عبدہٗ ورسولہ ارسلہ بالحق بشیراً ونذیراً بین یدی الساعہ۔اشھد ان ربی نعم الرب وان محمداً نعم الرسول واشھدان الساعۃ آتیۃ لاریب فیھا و ان اللّٰہ یبعث من فی القبور الحمد للہ الذی ھدانا لھٰذا وما کنالنھتدی لو لاان ھدٰنا اللّٰہ الحمد للہ رب العالمین اللّٰھم صل علیٰ محمدوآل محمدوبارک علیٰ محمدوآل محمدوسلم علیٰ محمدوآل محمدوترحم علیٰ محمد وآل محمد کما صلیت وبارکت وترحمت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید اللّٰھم صل علیٰ محمدوآل محمدواغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم۔اللّٰھم صل علیٰ محمدوآل محمدوامنن علیّ بالجنّۃ وعافنی من النار اللّٰھم صل علیٰ محمدوآل محمدواغفر للمومنین والمومنات ولمن دخل بیتی مومناً وللمومنین والمومنات ولا تزد الظالمین الا تباراً۔پھر کھو السلام علیک ایھاالنبی ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ السلام علیٰ انبیاء اللّٰہ ورسلہ ۔السلام علیٰ جبرئیل ومیکائیل والملائکۃ المقربین۔السلام علیٰ محمد ابن عبداللّٰہ خاتم النبیین والسلام علینا وعلیٰ عباداللّٰہ الصالحین۔

پھر سلام کہو۔

فقہ الرضا میں ایک روایت میں اسی تشہد میں ان محمداً نعم الرسول کے بعد ان علی ابن ابی طالب نعم المولیٰ اور صلوٰت میں پنجتن پاک کے اسماء گرامی بھی مذکور ہیں۔لیکن ایک تو فقہ الرضا کو علما اور محققین میں معتبر کتاب کا درجہ حاصل نہیں ہے۔ یہ ایسی کتاب ہے جس کے مؤلف کا نام تک معلوم نہیں ہے۔تھوڑا سا غور کرنے سے اس

روایت کا درست نہ ہونا بھی واضح ہو جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ اس میں حضرت علیؑ کو نعم المولیٰ کہا گیا ہے جبکہ نعم المولیٰ کا لفظ از روئے قرآن اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے۔

کیا اس کتاب کا حوالہ دے کر تشہد میں شہادت ثالثہ کا پرچار کرنے والے غالی حضرات اس کتاب میں بیان کردہ طریقہ سے وضو کرنے کے لیے تیار ہیں؟ مومنین کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ اس کتاب کے مطابق وضو میں پاؤں کا دھونا بھی صحیح ہے۔ جبکہ قرآن مجید اور احادیث آئمہؑ میں وضو میں پاؤں کا دھونا ناجائز ہے۔ نیز اس کتاب میں جو اذان درج کی گئی ہے اس میں شہادت ثالثہ کا کوئی ذکر نہیں ہے، کیا غالی حضرات اس کتاب میں بیان کی گئی اذان دینے کے لیے تیار ہیں؟

فقہ الرضا کی یہ روایت علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں بھی نقل کی ہے۔ پاکستان میں ایک صاحب نے شہادت ثالثہ کے اثبات میں ایک کتابچہ شائع کیا جس میں بحار کی اس روایت کو نقل کر کے کہا ہے کہ یہ علامہ مجلسی کا فتویٰ ہے جو کہ واضح بد دیانتی ہے اس لیے کہ حدیث کی کتاب میں درج ہر حدیث کو مئولف کا فتویٰ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اگر ایسا ہو تو پھر بحار الانوار کی ان روایات کا کیا کریں گے جن کا ذکر کرتے ہوئے بھی انسان کو شرم آتی ہے۔

ان تمام روایات سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ آئمہ معصومین علیہم السلام کی نماز میں اذان و اقامت اور تشہد میں شہادت ثالثہ کا کہیں ذکر نہیں پایا جاتا۔

☆☆☆

شہادت ثالثہ کے دلائل کا جائزہ

اب ہم ان دلائل کا مختصر جائزہ لیں گے جو علم سے بے بہرہ پیشہ ور مقررین کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ شہادت ثالثہ کے اثبات میں جو دلیل سب سے زیادہ زور و شور سے پیش کی جاتی ہے وہ سورہ معارج کی آیت 33 ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُوْنَ

ترجمہ : ''اور وہ اپنی گواہیوں (شہادات) پر قائم رہنے والے ہیں۔''

اس آیت سے اس طرح دلیل دی جاتی ہے کہ یہ آیت صاحبان ایمان کی اس نشانی کو بیان کر رہی ہے کہ وہ اپنی شہادات پر قائم رہنے والے ہیں۔عربی میں شہادات کا لفظ چونکہ کم از کم تین کے لیے استعمال ہوتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ اذان و اقامت میں کم از کم تین شہادتیں کہی جائیں جو کہ ولایت علی کی شہادت سے ہی ممکن ہے۔لہٰذا شہادت ثالثہ اذان و اقامت اور تشہد میں واجب ہے۔

اس استدلال سے جہلاء کو تو شاید دھوکا دیا جا سکتا ہو،مگر ذرا سا بھی شعور رکھنے والا انسان اس مغالطہ کو جان سکتا ہے جو اس استدلال میں پایا جاتا ہے۔سب سے پہلی بات جو قابل غور ہے وہ یہ کہ سورہ معارج اور اس کی یہ آیت مکی ہیں جبکہ امام محمد باقر علیہ السلام کی حدیث کے مطابق جو اس رسالہ کے صفحہ 41 پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے، ولایت علیؑ سب سے آخری فریضہ ہے جو حجۃ الوداع کے بعد نازل ہوا۔لہٰذا اس سورہ اور اس آیت کا ولایت علیؑ کے فرض ہونے سے کوئی تعلق ہی نہی ہے۔ علاوہ براین، یہ آیت اور اس سے پہلے اور بعد کی آیات اہل ایمان کے کردار کی چند اہم صفات کو بیان کر رہی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنی گواہیوں پر قائم رہتے ہیں،کبھی کسی دباؤ، لالچ ،مفاد یا خوف کی وجہ سے اپنی گواہی سے پھر نہیں جاتے۔انسان اپنی زندگی میں کئی چیزوں کا گواہ بن سکتا ہے۔کبھی کسی لڑائی، جھگڑے،قتل و فساد کا گواہ بنتا ہے،کبھی نکاح یا طلاق کا گواہ بنتا ہے،کبھی قرض یا کسی اور لین دین کا گواہ بنتا ہے۔بے دین اور بد کردار افراد اکثر اپنے مفادات کی وجہ سے، یا کسی خوف یا دباؤ کے زیر اثر یا کسی لالچ کے تحت اپنی گواہی سے منحرف ہو جاتے ہیں جس کے نتیجہ میں حقدار کا حق مارا جاتا ہے۔یہ آیت اس حقیقت کو بیان کر رہی ہے کہ اہل ایمان میں جہاں اور بہت سی صفات پائی جاتی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اپنی گواہیوں پر قائم رہتے ہیں۔کسی صورت میں اپنی گواہیوں سے منحرف نہیں ہوتے۔اس نکتہ کا ذکر بھی ضروری ہے کہ سورہ حدید آیت:25 کے مطابق تمام رسولوں اور آسمانی کتابوں کے بھیجے جانے کا مقصد یہ

ہے کہ لوگ انسانی معاشرے میں عدل وانصاف قائم کریں۔ بالفاظ دیگر نماز قائم کرنا اور عدل وانصاف قائم کرنا اہل ایمان کے بنیادی فرائض میں سے ہیں۔ظاہر سی بات ہے کہ یہ فریضہ اسی صورت میں انجام دیا جا سکتا ہے جب لوگ اپنی گواہیوں پر ثابت اور قائم رہیں۔یہی وجہ ہے کہ اس صفت کو اہل ایمان کی بنیادی صفات میں شمار کیا گیا ہے۔

اب یہ واضح سی بات ہے کہ گواہی پر قائم رہنا اور چیز ہے اور گواہی کو اذان واقامت اور تشہد میں کہنا اور چیز ہے۔اگر گواہی پر قائم رہنے کا مطلب یہ لیا جائے کہ گواہی کو اذان واقامت اور تشہد میں کہنا بھی واجب ہے تو پھر تمام گواہیوں کو اذان واقامت اور تشہد میں کہنا واجب ہوگا۔پھر ایک مؤذن اور پیش نماز پر اور ہر فرد پر واجب ہوگا کہ وہ اذان واقامت اور تشہد میں یہ کہہ رہا ہو کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں نے فلاں سے نکاح کر لیا، فلاں نے فلاں کو طلاق دے دی، فلاں نے فلاں سے قرض لیا، فلاں نے فلاں کو قتل کر دیا۔لہٰذا یا تو یہ تسلیم کیا جائے کہ ان تمام گواہیوں کو بھی اذان واقامت وتشہد میں کہنا واجب ہے یا پھر یہ تسلیم کیا جائے کہ گواہیوں پر قائم رہنے کا اس بات سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ انہیں اذان واقامت اور تشہد میں کہنا بھی ضروری ہے۔

یہاں پر اس نکتہ کا ذکر انتہائی اہم ہے کہ عربی زبان میں جمع کی دو قسمیں ہیں۔ایک جمع قلت اور دوسری جمع کثرت۔جمع قلت اس جمع کو کہتے ہیں جس کے افراد کی تعداد زیادہ سے زیادہ دس ہوتی ہے جبکہ جمع کثرت وہ ہوتی ہے جس کے افراد کی کم از کم تعداد گیارہ ہوتی ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ہوتی۔مثال کے طور پر عربی زبان میں چشمے کو عین کہتے ہیں۔اس کی جمع اَعْیُن اور عیون ہے۔ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اعین وہاں استعمال کیا جاتا ہے جہاں چشموں کی تعداد دس سے زیادہ نہ ہو اور عیون وہاں استعمال کیا جاتا ہے جہاں چشموں کی کم از کم تعداد گیارہ ہو۔شہادات جمع کثرت کا صیغہ ہے اور بنیادی طور پر دس سے زیادہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔اس آیت سے شہادت ثالثہ کا اثبات کرنے والوں کو چاہیے کہ کم از کم گیارہ شہادتیں اذان واقامت اور تشہد میں کہا کریں۔

یہاں اس نکتہ کا ذکر بھی اہم ہے کہ اگلی آیت میں اہل ایمان کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے:

وَ الَّذِیْنَ ھُمْ عَلیٰ صَلاتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ

ترجمہ: اور وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

نماز کی حفاظت کرنے کے کئی معنی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اپنی نمازوں کو ہر قسم کی بدعت سے بچاتے ہیں اور انہیں اسی طرح ادا کرتے ہیں جس طرح اللہ اور اس کے رسول نے تعلیم دی ہے اور وہ اپنے پاس سے اس میں کوئی کمی یا اضافہ نہیں کرتے۔

چونکہ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ شہادت ثالثہ جزو نماز نہیں ہے لہٰذا جو لوگ نماز میں شہادت ثالثہ پڑھتے ہیں وہ اپنی نماز کی حفاظت نہیں کرتے۔

2۔ اس سلسلے میں ایک اور دلیل اس آیت سے دی جاتی ہے :

وَ لَا تَکْتُمُوْا الشَّھَادَۃَ وَ مَنْ یَکْتُمْھَا فَاِنَّہٗ آثِمٌ قَلْبُہٗ (بقرہ:282)

ترجمہ: اور گواہی کو نہ چھپاؤ۔ اور جو اسے چھپائے گا یقینا اس کا دل گنہگار رہے۔

اس آیت سے شہادت ثالثہ کو ثابت کرنے والے اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں: ''اور ایک خاص گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو اسے چھپائے گا اس کا دل یقینا گنہگار رہے۔'' پھر اس کی تشریح کرتے وقت وہ ''ایک خاص گواہی'' سے ولایتِ علیؑ کی گواہی مراد لیتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہاں الشہادۃ کا ترجمہ ایک خاص شہادت کرنا یا تو انتہائی درجہ کی جہالت ہے یا انتہائی درجہ کی بد دیانتی۔

قرآن شریف میں ہے: ان الانسان لفی خسر ''یقیناانسان خسارے میں ہے۔'' کیا اس سے مراد کوئی خاص انسان ہے؟ اس لیئے کہ یہاں انسان پر الف لام داخل ہے۔ ہر گز نہیں۔ اس لیے کہ بعد میں کہا جا رہا ہے کہ ''سوائے ان کے جو ایمان لائے اور عمل صالح کرتے رہی۔۔۔۔'' اس جیسی مثالیں بہت زیادہ ہیں۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ عربی زبان میں جب کسی لفظ پر '' ال '' لگایا جاتا ہے تو اس کی کئی

صورتیں ہوتی ہیں۔کبھی اس سے مراداس چیز کے تمام افراد ہوتے ہیں۔اس صورت میں اسے الف لام استغراق کہتے ہیں۔کبھی اس سے مراداس چیز کی جنس ہوتی ہے۔اس صورت میں اسے الف لام جنس کہا جاتا ہے۔کبھی اس سے مراداس چیز کا کوئی خاص فرد ہوتا ہے جو پہلے سے سننے والے کے ذہن میں معلوم (UNDERSTOOD) ہوتا ہے۔اس صورت میں اسے الف لام عہد ذہنی کہا جاتا ہے۔کبھی اس سے مراداس چیز کا کوئی خاص فرد ہوتا ہے جس کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہوتا ہے۔اس صورت میں اسے الف لام عہد ذکر کہا جاتا ہے۔

سورۂ بقرہ کی اس آیت میں'' الشہادہ'' پر جو الف لام آیا ہے اگر اس کے مراد الف لام جنس یا استغراق ہو تو اس صورت میں یہ آیت ایک عام ضابطہ بیان کررہی ہے کہ گواہی کو نہ چھپاؤ۔اس صورت میں یہ آیت سورہ معارج کی آیت کی ہم معنی ہوگی۔وہ آیت کہہ رہی ہے کہ اہل ایمان گواہیوں پر قائم رہتے ہیں اور یہ آیت کہہ رہی ہے کہ گواہی کو نہ چھپاؤ۔لیکن اگر اس کو الف لام عہد ذہنی لیا جائے تو اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد الف لام عہد ذکر ہو۔اس صورت میں اس سے وہ گواہی مراد ہوگی جس کا پہلے ذکر کیا گیا ہے اور وہ قرض کی گواہی ہے۔اگر آپ سورۂ بقرہ کی آیات 282 - 283 پر نظر ڈالیں تو آپ کو یہ صورتحال نظر آئے گی:''اے ایمان والو جب تم قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔۔۔اور دو مردوں کو گواہ بناؤ،دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بناؤ۔۔۔جب گواہوں کو گواہی دینے کے لیے بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔۔۔اور گواہی کو نہ چھپاؤ،جو اسے چھپائے گا یقیناً اس کا دل گنہگار ہے''۔

نتیجہ یہ کہ یہ آیت یا تو ایک عمومی ضابطہ بیان کررہی ہے کہ گواہی کو نہ چھپاؤ یا پھر قرض کی گواہی کے بارے میں ہے۔یہاں اس کا ترجمہ ایک خاص شہادت کرنا اور پھر اس سے ولایت علیؑ کی گواہی مراد لینا جہالت یا بد دیانتی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

3. شہادت ثالثہ کے ثبوت کے طور پر یہ آیت بھی پیش کی جاتی ہے :

وَ لاَتَجۡهَرۡ بِصَلاَتِکَ وَ لاَ تُخَافِتۡ بِهَا وَ ابۡتَغِ بَيۡنَ ذَالِکَ سَبِيۡلاً (بنی اسرائیل:110)

ترجمہ: ''اور اپنی نماز کو نہ زیادہ بلند آواز میں پڑھو اور نہ بالکل آہستہ، بلکہ درمیان کی راہ اختیار کرو''۔

اس آیت سے شہادت ثالثہ کو ثابت کرنے والے اس روایت کا سہارا لیتے ہیں کہ اس آیت کے بارے میں امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت ولایت علیؑ کے بارے میں ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دے رہا ہے کہ نہ اسے اتنا بلند کہو کہ منافقین سن کر تکذیب اور اذیت کرنے لگیں اور نہ اتنا آہستہ کہو کہ علیؑ بھی نہ سن سکیں۔

مومنین کرام کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ سورۃ بنی اسرائیل اور اس کی یہ آیت بھی مکی ہے۔ ولایت علیؑ، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، مدنی فریضہ ہے۔ اس کے علاوہ اس حدیث پر کوئی تبصرہ کئے بغیر ہم مومنین کو مندرجہ ذیل سوالوں پر غور کرنے کی دعوت دیتے ہیں:

1۔ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ولایت علیؑ اس قدر بلند آواز میں کہنے سے منع کر دیا جس کو سن کر منافقین تکذیب اور اذیت پر اتر آئیں تو کیا ہمارے لیے جائز ہے کہ لاؤڈ سپیکر پر ولایت علیؑ کی شہادت دیں؟

2۔ کیا آج کوئی پیش نماز، کوئی عالم دین، کوئی مجتہد اس طرح نماز پڑھا سکتا ہے کہ نماز کے دوران بعض جملوں کو اس طرح سے کہے کہ انہیں صرف ایک شخص سن سکے؟ کیا عملی طور پر ایسا ممکن ہے؟

3۔ علاوہ ازیں رسول للہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کی ولایت و وصایت وخلافت کا اعلان تو اسلام کے پہلے تبلیغی جلسہ یعنی دعوت ذوالعشیر ہ میں ہی کر دیا تھا۔ (اگر چہ اس کو فرض حجۃ الوداع کے موقع (غدیر) پر قرار دیا گیا) پھر اسے چھپانے کا کیا سوال اور گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟

4۔ شہادت ثالثہ کے اثبات کے لیے ایک اور دلیل یہ دی جاتی ہے کہ احتجاج طبرسی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ :

من قال لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فلیقل علی امیر المومنین

ترجمہ: جو کوئی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے اسے چاہیے کہ وہ علی امیر المومنین بھی کہے۔

اس روایت میں لفظ ''قل'' استعمال ہوا ہے جس کا مصدر قول ہے۔ قول عربی زبان میں بات کو بھی کہتے ہیں اور عقیدہ کو بھی۔ اردو زبان میں بھی کہا جاتا ہے کہ ''میں اس بات کا قائل ہوں''۔ جب کوئی شخص یہ جملہ کہتا ہے تو اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ ''میں اس بات پر عقیدہ رکھتا ہوں''۔

اس طرح اس روایت کے معنی یہ ہوں گے کہ جو شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہ اس بات پر بھی ایمان رکھے کہ حضرت علیؑ امیر المومنین ہیں۔ لیکن اس سے یہ مراد لینا درست نہیں ہے کہ جب بھی کوئی شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے تو اس پر علی امیر المومنین کہنا بھی واجب ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو آئمہ معصومین سلام اللہ علیہم کی طرف سے جو اذان و اقامت اور تشہد ہمیں تعلیم کئے گئے ہیں ان میں شہادتین کے ساتھ شہادت ثالثہ کا ضرور ذکر ہوتا۔ صرف یہی نہیں بلکہ جہاں بھی آئمہ علیہم السلام نے شہادتین کا ذکر کیا وہاں شہادت ثالثہ کا ضرور ذکر فرماتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ آئمہ معصومین علیہم السلام کی اذان اور تشہد تو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ یہاں ہم مزید کچھ شواہد مومنین کرام کی اطلاع کے لیے پیش کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا وصیت نامہ ہے اور دوسرا امام حسین علیہ السلام کا وصیت نامہ۔ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت فاطمہ علیہا السلام کا وصیت نامہ

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے اپنی وفات سے پہلے حضرت علی علیہ السلام کے نام ایک وصیت نامہ تحریر فرمایا جس کے الفاظ یہ ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ هذه ما اوصت به فاطمة بنت رسول اللهؐ اوصت و هی تشهد ان لا اله الا الله و ان محمدا عبده و رسوله و ان الجنة حق و النار حق و ان الساعة آتية لا ريب فيها و ان الله يبعث من فی القبور۔۔۔۔۔

ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ فاطمہ بنت رسول اللہ کی وصیت ہے، وہ یہ گواہی دیتی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود

نہیں اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ جنت حق ہے اور یہ کہ دوزخ حق ہے اور اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور یہ کہ اللہ مُردوں کو قبروں سے اٹھائے گا، یا علی میں فاطمہ بنت محمد ہوں، اللہ نے مجھے تمہاری زوجہ بنایا ہے تا کہ دنیا اور آخرت میں تمہاری زوجہ رہوں اور تم مجھ سے زیادہ مجھ پر حق رکھتے ہو، رات کے وقت مجھے غسل، کفن اور حنوط دینا، میرا جنازہ رات کو اٹھانا اور تدفین رات کو کرنا اور کسی کو اس کی خبر نہ کرنا، آپ کو اللہ کے سپرد کرتی ہوں، میرے بچوں کو میرا اسلام کہنا روز قیامت تک'' (بحارلاانوار 214:43)

حضرت امام حسین علیہ السلام کا وصیت نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ھذ ا ماا وصیٰ بہ الحسین ابن علی ابن ابی طالب الیٰ اخیہ محمد المعروف بابن الحنفیہ ان الحسین یشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ و رسولہ، جاء بالحق من عند الحق و ان الجنۃ حق و النار حق و ان الساعۃ آتیۃ لا ریب فیھا و ان اللہ یبعث من فی القبور و انی لم اخرج۔۔۔۔

ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ حسین ابن علی ابن ابی طالب کا وصیت نامہ ہے اپنے بھائی محمد حنفیہ کے نام۔ حسین گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں جو حق کی طرف سے اور حق کے ساتھ آئے، اور یہ کہ جنت حق ہے اور یہ کہ دوزخ حق ہے اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور یہ کہ للہ مُردوں کو قبروں سے اٹھائے گا، میں نے کسی تفریح، تکبر، ظلم اور فساد کے لیے خروج نہیں کیا بلکہ میں نے اپنے نانا کی امت کی اصلاح کے لیے خروج کیا، میں امر بمعروف اور نہی از منکر کرنا چاہتا ہوں۔ ۔ ۔(بحارالانوار 329:44)

مومنین کرام غور فرمائیں کہ حضرت فاطمہؑ اور حضرت امام حسینؑ کے وصیت ناموں میں توحید، رسالت، جنت، جہنم، قیامت اور مردوں کے قبروں سے اٹھائے جانے کی گواہی کا ذکر تو موجود ہے مگر ولایت علیؑ کی گواہی

کا ذکر موجود نہیں ہے۔ اگر شہادت توحید اور شہادت رسالت کے ساتھ شہادت ولایت کا ذکر اہم یا ضروری ہوتا تو حضرت فاطمہؑ اور حضرت امام حسینؑ نے اس کا ذکر کیوں نہیں کیا؟

امام محمد باقر علیہ السلام کا ایک ارشاد

عن ابی جعفر علیہ السلام: بنی الاسلام علی خمس: شہادۃ ان لا الہ الا اللہ و ان محمد عبدہ و رسولہ و اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکات و حج البیت و صیام شہر رمضان

ترجمہ: امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ اسلام کی عمارت پانچ بنیادوں پر تعمیر کی گئی ہے: اس گواہی پر کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، زکات ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔ (وسائل الشیعہ جلد اول باب وجوب عبادات الخمس حدیث 15)

اس حدیث میں بھی دو ہی گواہیوں یعنی شہادتین کا ذکر ہے۔ اگر مذکورہ بالا حدیث :

من قال لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہؐ فلیقل علی امیر المومنین

ترجمہ: جو کوئی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے اسے چاہیے کہ وہ علی امیر المومنین بھی کہے۔

کا مطلب وہی ہوتا جو شہادت ثالثہ کے قائلین نکالتے ہیں کہ جب بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا جائے تو علی امیر المومنین بھی کہا جائے، تو جناب سیدہ نے اپنی وصیت میں، امام حسین علیہ السلام نے اپنی وصیت میں اور امام محمد باقر علیہ السلام نے محمد رسول اللہ کا ذکر کرنے کے ساتھ علی ولی اللہ یا علی امیر المومنین کیوں نہیں کیا؟

بعض کتابچوں میں ان مجتہدین کے ناموں کی ایک لمبی فہرست دی گئی ہے جنہوں نے اذان میں شہادت ثالثہ کو مستحب قرار دیا ہے۔ مگر کیا کوئی مجتہد کسی امام معصوم کا کوئی فرمان دکھا سکتا ہے جس میں شہادت ثالثہ کو جزو اذان و اقامت کہا گیا ہو۔ ہم پورے وثوق اور اعتماد کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ کوئی نہیں دکھا سکتا۔ اگر کہیں اس قسم کی کوئی روایت ملتی بھی ہے تو وہ ہماری کسی معتبر کتاب میں نہیں ہے بلکہ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے شیخ صدوقؒ کے مطابق ایسی روایات مفوضہ کی گھڑی ہوئی ہیں۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جن مجتہدین نے اذان میں شہادت ثالثہ کے مستحب ہونے کا ذکر کیا

ہے، انہوں نے مستحب مطلق یا قصد قربت مطلقہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔اس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی ایسے کام کو جو مباح ہے، ثواب کی نیت سے انجام دیا جائے۔مثلاً اگر کوئی شخص اپنی میز صاف کرتے وقت یہ نیت کرے کہ صفائی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے لہٰذا میں اللہ تعالیٰ کی پسندیدگی کے لیے اپنی میز صاف کرتا ہوں تو اس شخص کو اس عمل پر ثواب ملے گا۔اگر نیت کے بغیر کرے گا تو ثواب نہیں ملے گا۔یہ ہے مستحب مطلق اور قصد قربت مطلقہ کا مفہوم۔اس کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہے کہ احادیث میں آیا ہے کہ میز صاف کرنا مستحب عبادت ہے۔

یہاں پر اذان اور نماز کے درمیان موجود اس فرق کو مدنظر رکھنا بھی ضروری ہے کہ اذان کے دوران اذان سے غیر متعلقہ کوئی بات کہنے سے اذان باطل نہیں ہوتی جبکہ نماز میں ایسی کوئی گنجائش نہیں ہے۔اذان میں موجود اسی گنجائش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فقہاء نے شہادت ثالثہ کو مستحب مطلق کہا ہے۔اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آئمہ معصومین علیہم السلام میں سے کسی نے ایسا کیا یا ایسا کرنے کا حکم دیا۔اسی لیے ہمیشہ فقہاء نے یہ بات واضح طور پر کہی ہے کہ اسے اذان واقامت کا جزو ہرگز نہیں سمجھنا چاہئے۔

تقیہ

اب ہم غالیوں کے اس موقف کا جائزہ لیتے ہیں کہ شہادت ثالثہ جزو اذان واقامت وتشہد تھی لیکن آئمہ معصومین علیہم السلام نے اور بعد کے ادوار کے علماء نے تقیہ کی وجہ سے اس کو ترک کئے رکھا۔

کیا واقعی اذان واقامت اور تشہد میں شہادت ثالثہ کے بارے میں آئمہ کی طرف سے کوئی حدیث موجود نہ ہونے کی وجہ یہ ہے آئمہ نے تقیہ کیا ہوا تھا؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ آئمہؑ حالتِ تقیہ میں تھے اور تقیہ شیعوں کے لیے بھی ضروری تھا اور تقیہ قیامت تک واجب ہے جیسا کہ امام جعفر صادقؑ کی اس حدیث میں ہے :

لا دین لمن لا تقیۃ لہ یعنی جو تقیہ نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں۔(اصول کافی 307:3)

لیکن تقیہ کے معنی حق کو چھپانا نہیں بلکہ حق کی حفاظت کرنا ہے۔تقیہ کے معنی یہ ہیں کہ حق کے بیان، تبلیغ اور پرچار

کے لیے ایسی پالیسی اختیار کی جائے کہ حق بھی بچ جائے اور امام اور مومنین کی جان کو، اور مجموعی طور پر مذہب حقہ کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچے۔ لیکن اگر کبھی ایسی صورت حال پیدا ہو جائے کہ حق اور جان میں سے کسی ایک کو ہی بچانا ممکن ہو تو وہاں آئمہؑ اور ان کے مخلص شیعوں نے ہمیشہ جان کی قربانی دے کر حق کی حفاظت کا فریضہ ادا کیا۔ اس حقیقت کا سب سے بڑا مظاہرہ میدان کربلا میں حضرت امام حسینؑ اور ان کے انصار نے کیا۔ حضرت امام حسینؑ اور ان کے ساتھی ایک ایسے دوراہے پر کھڑے تھے کہ اگر حق کو بچاتے تو جان کی قربانی دینی پڑتی تھی اور اگر جان بچاتے تو حق کو قربان کرنا پڑتا۔ انہوں نے اپنی جان قربان کر دی اور حق کو بچا لیا۔ بالفاظ دیگر، جان کے خوف سے حق کو چھپانے کا نام تقیہ نہیں ہے بلکہ تقیہ یہ ہے کہ جب دو مقدس چیزوں میں سے کسی ایک کی حفاظت ہی ممکن ہو وہاں زیادہ اہم کی حفاظت کے لیے کم اہم کو قربان کر دیا جائے۔

تمام آئمہؑ نے تقیہ کیا لیکن اس کا مقصد حق کی حفاظت کرنا تھا، جان کی حفاظت کے لیے حق کو قربان کرنا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ظالم اور غاصب حکمرانوں کے بدترین ظلم و ستم کے باوجود مذہب اہلبیتؑ آج بھی زندہ ہے اور قیامت تک زندہ رہے گا۔ تقیہ پر مبنی آئمہؑ کی پالیسی کا نتیجہ یہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق آئمہؑ کی تعلیمات آج ہمارے پاس موجود ہیں اور کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس کے بارے میں یہ کہا جا سکے کہ تقیہ کی وجہ سے آئمہؑ اس مسئلہ کو بیان نہیں کر سکے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ برادران اہلسنت کی حدیث کی چھ معتبر کتب یعنی صحاح ستّہ کی تمام احادیث کی مجموعی تعداد سولہ ہزار سے کم ہے لیکن ہماری چار سب سے معتبر کتب یعنی کتب اربعہ میں سے صرف ایک کتاب

''الکافی'' کی احادیث کی تعداد سولہ ہزار سے زیادہ ہے۔ تقیہ کی بنیاد پر ائمہؑ نے ایسی تبلیغی پالیسی اپنائی کہ امیر المومنینؑ کی امامت ولایت کے بارے میں آئمہ کی دو، چار، دس یا بیس نہیں بلکہ سینکڑوں احادیث موجود ہیں۔

بنو امیہ اور بنو عباس کی باہمی چپقلش کے دور میں ان دونوں ملعون سلسلوں کی توجہ آئمہ اہلبیتؑ سے ہٹی ہوئی تھی۔ بنو امیہ اپنا اقتدار بچانے میں مصروف تھے اور بنو عباس اقتدار حاصل کرنے کی جنگ لڑ رہے تھے۔ اس

دور میں امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام کو کافی آزاد فضا میسر آ گئی جس کا انہوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور وسیع پیمانے پر مذہب حقہ کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کا کام انجام دیا۔ بنو عباس کا اقتدار پختہ ہو جانے کے بعد پھر صورتحال پہلے جیسی ہو گئی اور آئمہؑ نے حفاظتِ حق کے لیے پھر تقیہ کی پالیسی اپنا لی اور اشاعت و حفاظت حق کا کام جاری رکھا۔

عباسی حکمران مامون رشید نے اپنے دور کے مخصوص سیاسی حالات کے پیش نظر سیاسی فائدہ اٹھانے کے لیے ایک سیاسی چال کے طور پر حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولی عہد بنایا۔ امام رضا علیہ السلام کی بصیرت نے اس کی سازش کو تو کامیاب نہ ہونے دیا لیکن آپ نے اس مخصوص صورتحال کا زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا کر اپنے اجداد طاہرینؑ کی تعلیمات کی خوب نشر و اشاعت کی۔ اس کا زندہ ثبوت شیخ صدوق ؒ کی کتاب ''عیون اخبار الرضا'' ہے جس میں انہوں نے صرف امام رضاؑ کی احادیث اور ان کے حالات زندگی کو بیان کیا ہے۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں اور مجموعی طور پر اس کے چھ سو صفحات ہیں۔

اس کتاب کے جز و اول کا انیسواں اور بیسواں باب امام کی صفات، امام کے مقام و مرتبہ کے بارے میں ہیں۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں ان مناظروں کا بھی تفصیل سے ذکر ہے جو امام رضا علیہ السلام اور اس دور کے علما کے درمیان مامون کے دربار میں ہوئے۔

اہلبیت رسالتؑ پر سب سے سخت اور کٹھن حالات وہ تھے جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور خواتین اہلبیت اسارت کے دور سے گزر رہے تھے۔ لیکن تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ ان کے ہاتھ تو زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے لیکن ان کی زبان آزاد تھی۔ کوفہ و شام کے بازاروں اور ابن زیاد اور یزید کے درباروں میں امام زین العابدین علیہ السلام اور جناب زینب و ام کلثوم سلام اللہ علیہما نے اپنے خطبات سے حق و باطل کا فرق اس طرح ظاہر و آشکار کر دیا کہ یزید کی ساری بازی الٹ گئی۔

جی ہاں! آئمہؑ حالت تقیہ میں تھے لیکن انہوں نے تقیہ کے ذریعے سے ہر قسم کے حالات میں حق کی

حفاظت کی۔

تقیہ اور حضرت علی علیہ السلام

کیا یہ بات کسی طرح سے بھی قابل تصور ہے کہ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں واقعہ غدیر کے بعد شہادت ثالثہ جزو اذان و اقامت وتشہد بن گئی ہو اور آنحضرت کی رحلت کے بعد، خلفاء کے دور میں حضرت علیؑ نے اذان و اقامت اور تشہد میں شہادت ثالثہ ترک کر دی ہو اور پھر اپنے دور حکومت میں بھی اسے ترک کئے رکھا ہو۔ کیا امیر المومنین اپنے دور حکومت میں بھی حق کا اظہار کرنے سے عاجز اور قاصر تھے؟ نہج البلاغہ کا خطبہ نمبر 3 جو خطبہ شقشقیہ کے نام سے معروف ہے پڑھ کر دیکھ لیں کہ مولا علیؑ نے کس طرح اس حقیقت کا اعلان کیا کہ امامت و خلافت ان کا حق تھا جو دوسروں نے ہتھیا لیا۔ اس خطبہ میں جس شدید لہجہ میں امیر المومنینؑ نے خلفاء پر تنقید کی ،اس پر نظر ڈالیں اور پھر فیصلہ کریں کہ کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت علیؑ نے کبھی کسی خوف یا دباؤ کے تحت حق پر پردہ ڈالا ہو ؟

نہج البلاغہ کے خطبہ 15 میں امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: ’’ اگر مجھے گزشتہ حکمرانوں کی لوٹی ہوئی دولت مل جائے تو میں اسے واپس لے کر رہوں گا خواہ اس سے لوگوں نے نکاح کر لیے ہوں یا کنیزیں خرید لی ہوں۔‘‘

جو امام مالی حقوق کے معاملے میں اس قدر سخت گیر ہو کیا اس سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ اس نے ایمانی حق کی بحالی میں کسی قسم کی کمزوری کا مظاہرہ کیا ہوگا ؟ کیا شہادت ولایت کی اہمیت بیت المال کے لوٹے ہوئے درہم و دینار جتنی بھی نہیں تھی ؟ اگر شہادت ثالثہ جزو اذان و اقامت وتشہد تھی اور حضرت علیؑ نے برسر اقتدار آکر اسے دوبارہ اذان و اقامت وتشہد میں شامل نہیں کیا تو ان کی حکومت کا مقصد اور جواز کیا تھا؟

جو امام گزشتہ خلفاء کی تمام پالیسیوں کو اس انداز سے بدل رہا ہو کہ ان کے مقرر کردہ تمام گورنروں کو معزول کر رہا ہو، کیا یہ ممکن ہے کہ اگر شہادت ثالثہ جزو اذان و اقامت وتشہد ہوتی تو وہ اسے دوبارہ اذان و اقامت وتشہد میں شامل کرنے کا حکم نہ دیتے۔

یہاں پر اس نکتہ کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ولایت علیؑ ایک ایسی حقیقت تھی جس کا خلفا بھی اقرار کرتے تھے۔ایک مرتبہ دو آدمی اپنا کوئی جھگڑا لے کر حضرت عمر کے پاس آئے۔حضرت علی علیہ السلام بھی حضرت عمر کے پاس موجود تھے۔حکمران ہونے کے باوجود حضرت عمر نے حضرت علی علیہ السلام سے اس جھگڑے کا فیصلہ کرنے کی درخواست کی۔حضرت علی علیہ السلام نے جب فیصلہ کیا تو جس کے خلاف فیصلہ دیا وہ بہت برہم ہوا اور حضرت عمر سے کہنے لگا کہ یہ کون ہوتا ہے فیصلہ کرنے والا؟ حضرت عمر اس شخص پر برس پڑے اور کہا: تیرا بُرا ہو، کیا تو نہیں جانتا یہ کون ہیں؟ یہ میرے اور ہر مومن کے مولا ہیں اور جس کے یہ مولا نہیں ہیں وہ مومن ہی نہیں ہے۔(تفسیر الفرقان 78:11)

کیا ایسے حالات میں بھی امیر المومنینؑ بوجہ خوف جان شہادت ولایت کو ترک کرتے تھے اور وہ بھی تشہد میں جو کہ کوئی اعلانیہ فعل نہیں ہوتا؟

تقیہ کی آڑ میں پناہ لینے والے غالی بتائیں کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے دور حکومت میں اذان و اقامت و تشہد میں شہادت ثالثہ کیوں نہیں پڑھی؟

تقیہ اور امام حسن علیہ السلام

حضرت امام حسنؑ کا دور بھی تقیہ کا دور تھا۔آپ نے بھی تقیہ کی پالیسی اپنا کر حفاظت و اشاعت حق کا کام جاری رکھا جس کا ایک نمونہ مومنین کی اطلاع کے لیے یہاں درج کیا جا رہا ہے:

امیر شام کی مجلس میں مغیرہ بن شعبہ نے گزشتہ خلفاء کی تعریف و ستائش اور امیر المومنینؑ کے بارے میں بدزبانی اور الزام تراشی کی۔(بدزبانی بنوامیہ اور ان کے بدطینت چیلوں کا ہی کام ہوسکتا ہے۔ولایت علیؑ پر ایمان رکھنے والوں کی زبان بدزبانی نہیں کرتی) اس محفل میں امام حسنؑ بھی تشریف فرما تھے۔آپ اس گستاخی پر خاموش نہیں رہے۔آپ نے حمد و ثنائے الٰہی اور رسول اور آل رسول پر درود و سلام سے اپنی گفتگو کا آغاز فرمایا۔چند تمہیدی جملے بیان کرکے آپ نے فرمایا:

''اے یہاں پر جمع ہو کر میرے خلاف ایک دوسرے سے تعاون کرنے والو! میری بات سنو اور جس حق کو تم جانتے ہو اسے نہ چھپاؤ اور اگر میں ناحق بات کہوں تو میری تصدیق نہ کرو، اور اے معاویہ میں تجھ سے شروع کرتا ہوں اور جو کچھ میں تیرے بارے میں کہوں گا تو اس سے بڑھ کر بُرا ہے۔

''میں تم سب کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ جن بزرگوار کے بارے میں تم لوگ بدزبانی کر رہے تھے وہ دونوں قبلوں کے نمازی ہیں اور تو (اے معاویہ) ان دونوں کو دیکھتا رہا اور اپنی گمراہی میں لات وعزّیٰ کی پوجا کرتا رہا۔ انہوں نے دونوں بیعتوں یعنی بیعت رضوان اور بیعت فتح میں بیعت کی جب کہ تو پہلی بیعت کے وقت کافر تھا اور دوسری بیعت کرنے کے بعد تو نے توڑ ڈالی۔ ۔ ۔

''میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ نے انہیں جنگ تبوک کے موقع پر انہیں مدینہ میں اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ ۔ ۔ ۔انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میں کسی بھی جنگ میں آپ سے پیچھے نہیں رہا، تو رسول اللہ نے فرمایا: تم میرے اہل بیت میں میرے وصی اور خلیفہ ہو، تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ پھر آپ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے لوگو ! جس نے مجھے اپنا ولی بنایا اس نے اللہ کو اپنا ولی بنایا اور جس نے علیؑ کو اپنا ولی بنایا اس نے مجھے اپنا ولی بنایا۔ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے علیؑ کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے علیؑ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔

''میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا رسول اللہ نے حجۃ الوداع کے موقع پر نہیں کہا تھا: اے لوگو! میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے، اللہ کی کتاب اور اپنی عترت، اپنے اہل بیت۔ ۔ ۔ ۔ میرے اہل بیت اور عترت سے محبت کرو، ان کے دوستوں سے دوستی کرو اور ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد کرو ۔ ۔ ۔ یہ دونوں تمہارے درمیان رہیں گے یہاں تک کہ قیامت کے دن اکٹھے حوض پر میرے پاس پہنچ جائیں گے۔

''پھر آنحضرت نے حضرت علیؑ کو منبر پر بلایا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو اپنے قریب کیا اور فرمایا: یا اللہ! جو علیؑ سے دوستی کرے تو اس سے دوستی کر اور جو اس سے دشمنی کرے تو اس سے دشمنی کر اور اسے زمین ٹھکانہ اور آسمان کا راستہ نہ دے اور اسے جہنم میں سب سے نچلے درجہ میں پھینک۔

''میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ کی زندگی میں اصحاب رسول نے ولایتِ علیؑ کا اقرار کرتے ہوئے حضرت علیؑ کو سلام کیا تھا؟

''میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا رسول اللہ نے سات موقعوں پر ابوسفیان پر لعنت نہیں کی تھی ؟ (پھر امام حسنؑ نے ان سات مواقع کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد آپ نے ایک ایک کر کے تینوں خلفاء پر شدید نکتہ چینی کی)

اس کے بعد امام حسن علیہ السلام اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: **الخبیثات للخبیثین و الخبیثون للخبیثات** (پلید لوگ پلید باتوں کے لیے اور پلید باتیں پلید لوگوں کے لیئے ہیں) اور اے امیر شام! اللہ کی قسم یہ تم اور تمہارے شیعہ ہیں۔ **و الطیبون للطیبات او لائک مبرؤن مما یقولون** (اور پاکیزہ لوگ پاکیزہ باتوں کے لیے ہیں اور یہ ان باتوں سے بری ہیں جو وہ کہتے ہیں) اور یہ علیؑ اور ان کے اصحاب اور شیعہ ہیں۔

پھر آپ امیر شام سے یہ کہتے ہوئے مجلس سے چلے گئے: '' تو اپنے کارناموں اور جرائم کا مزہ چکھ، اللہ نے تیرے لیے اور ان کے لیے دنیا میں ذلت اور آخرت میں دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

امام حسن علیہ السلام کے اس خطبہ کے یہ اقتباسات ہم نے احتجاج طبرسی، مطبوعہ مشہد جلد اول سے نقل کئے ہیں۔ مکمل خطبہ صفحہ 278-272 پر ملاحظہ فرمائیے۔

اسی کتاب کے صفحہ 279 پر امیر شام کی مجلس میں ہونے والی حضرت امام حسن علیہ السلام اور مروان کے درمیان ہونے والی ایک گفتگو کا منظر ملاحظہ فرمائیے:

مروان : اے حسن (علیہ السلام)، تم قریش کی شخصیات کو برا بھلا کہتے ہو۔(اس کا اشارہ امام حسنؑ کے مندرجہ بالا خطبہ کی طرف تھا)

امام حسنؑ: تم کیا چاہتے ہو؟

مروان: خدا کی قسم میں تمہیں، تمہارے باپ کو اور تمہارے اہل بیت کو ایسی گالیاں دوں گا کہ غلام اور کنیزیں ان کے گانے بنا کر گائیں گی۔

امام حسنؑ: اے مروان میں نے تجھے اور تیرے باپ کو کوئی گالی نہیں دی لیکن اللہ نے اپنے رسول کی زبان سے تجھ پر، تیرے باپ پر اور قیامت تک تجھ سے پیدا ہونے والی نسل پر لعنت کی ہے۔ اللہ کی قسم اے مروان! تو اور اس مجلس میں موجود کوئی بھی شخص تجھ پر اور تیرے باپ پر رسول اللہ کی اس لعنت کا انکار نہیں کر سکتا۔

دعوتِ فکر

ہم تمام مومنین کرام اور موالیان اہل بیت اطہارؑ کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ عدل وانصاف سے غور و کر کریں اور بتائیں کہ جو امام حسن علیہ السلام امیر شام کی مجلس میں اور اس کی موجودگی میں اس قدر جرأت اور بے باکی سے تولا و تبرا کر رہے ہیں کیا وہ تقیہ کی وجہ سے اذان و اقامت اور تشہد میں شہادت ثالثہ کو ترک کرتے تھے؟

تقیہ اور امام حسین علیہ السلام

ایک روز حضرت امام حسین علیہ السلام اور مروان کا آمنا سامنا ہو گیا۔ مروان نے کہا: '' اگر فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کا فخر نہ ہوتا تو پھر تم لوگ کس بات پر ہمارے سامنے فخر کرتے؟ ''

اس کی یہ بات سن کر امام حسین علیہ السلام اس پر جھپٹے اور اس کا گلا دبوچ لیا اور اس کا عمامہ اس کے گلے میں لپیٹ کر اس طرح مروڑا کہ وہ بے حال ہو گیا۔ آپ نے اسے چھوڑا اور وہاں موجود قریش کی ایک جماعت کی طرف رخ کر کے فرمایا: '' میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر میں سچ کہوں تو تم میری تصدیق کرنا۔ کیا تم جانتے

ہو کہ میرے اور میرے بھائی سے بڑھ کر کوئی رسول اللہ کو محبوب تھا؟ کیا میرے اور میرے بھائی کے سوا روئے زمین پر کوئی رسول اللہ کا نواسہ ہے؟ ''سب نے کہا:'' نہیں۔''

پھر آپ نے فرمایا میں روئے زمین پر اس کے اور اس کے باپ کے سوا کسی ملعون ابن ملعون کو نہیں جانتا جنہیں رسول اللہ نے دھتکار دیا ہو۔

پھر آپ نے مروان سے مخاطب ہو کر فرمایا: اللہ کی قسم روئے زمین پر مشرق و مغرب میں جتنے لوگ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ان میں سے کوئی بھی تجھ سے اور تیرے باپ سے بڑھ کر اللہ، اللہ کے رسول اور اہل بیت رسول کا دشمن نہیں ہے۔ (احتجاج طبرسی 1:299)

کیا یہ بات قابل تصور ہے کہ یہ جری اور شجاع حضرت امام حسین علیہ السلام تقیہ کی وجہ سے اذان، اقامت اور تشہد میں شہادت ثالثہ کو ترک کرتے تھے۔ اس کے علاوہ جب امام حسین علیہ السلام اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اپنے اعزاء و اقارب کو ساتھ لے کر یزید کے خلاف میدان میں اتر آئے تو کیا اس وقت سے لے کر شہادت تک آپ اپنی یا اپنے ساتھیوں کی جان کے خوف سے اذان، اقامت اور تشہد میں شہادت ثالثہ کو ترک کرتے تھے؟

تقیہ اور امام محمد باقر علیہ السلام

☆ ابو جارود سے مروی ایک روایت میں ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ فرائض ایک دوسرے کے بعد نازل ہوتے تھے اور ولایت سب سے آخری فریضہ تھی جس کے نازل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے **الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی** نازل فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے بعد میں کوئی فریضہ نازل نہیں کروں گا، میں نے تمام فرائض مکمل کر دیئے ہیں۔ (اصول کافی 2:47)

جس طرح اس حدیث میں امام محمد باقر علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ ولایتِ علیؑ سے دین کامل ہوا، ولایتِ علیؑ سے فرائض کامل ہوئے، اگر شہادتِ ولایت جزو اذان و اقامت و تشہد ہوتی تو امامؑ ضرور فرماتے کہ شہادتِ ولایت کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی۔ پس ثابت ہوا کہ ولایتِ علیؑ جن امور کی جزو ہے آئمہؑ نے وضاحت

کے ساتھ اس کا ذکر کر دیا اور جن امور کی جزو نہیں ہے ان میں اس کا ذکر نہیں کیا۔

تقیہ اور امام جعفر صادق علیہ السلام

☆ زید ابن جہم الہلالی سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت نازل ہوئی تو رسول اللہ نے لوگوں کو حکم دیا کہ علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کرو۔ اور اے زید رسول اللہ نے جس بات پر تاکید کی وہ یہ انہوں نے ان دونوں (خلیفہ اول و دوم) کو خاص طور پر حکم دیا کہ علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کریں۔ ان دونوں نے پوچھا یہ حکم اللہ کی طرف سے ہے یا اللہ کے رسول کی طرف سے؟ رسول اللہ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے۔ (اصول کافی 52:2)

☆ عمار الاسدی سے روایت ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: "جو ہماری ولایت نہیں رکھتا اس کا کوئی عمل (مقام قبولیت کی طرف) بلند نہیں ہوتا۔ (اصول کافی 306:2)

☆ ابان بن تغلب سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے اس آیت کے کے بارے میں سوال کیا؛ **فلا اقتحم العقبة** یعنی "پس وہ گھاٹی کیوں عبور نہیں کرتا؟ آپؑ نے فرمایا: "جس کو اللہ نے ہماری ولایت سے نوازا وہ گھاٹی عبور کر گیا اور ہم ہی وہ گھاٹی ہیں جسے عبور کرنے والا نجات پا گیا۔" پھر آپ خاموش ہو گئے، پھر آپ نے فرمایا: "کیا تمہیں ایک ایسی بات بتاؤں جو تمہارے لیے دنیا اور دنیا کی ساری دولت سے بہتر ہے؟" میں نے کہا میں آپ پر قربان ہو جاؤں فرمایئے۔ آپ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **فک رقبة** یعنی "گردن کا آزاد کرنا" پھر آپ نے فرمایا تیرے اور تیرے ساتھیوں کے سوا سب لوگ جہنم کے غلام ہیں۔ اللہ نے ہم اہل بیت کی ولایت کی بدولت تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو آتش جہنم سے آزاد کیا ہے۔" (اصول کافی 307:2)

ہم نے اصول کافی سے یہ احادیث صرف نمونے کے طور پر نقل کی ہیں۔ اس قسم کی احادیث اصول کافی میں بہت زیادہ ہیں۔ تفصیل جاننے کے خواہشمند مومنین و مومنات اصول کافی کتاب الحجۃ کی طرف رجوع

فرمائیں۔ جو امام جعفر صادق علیہ السلام ولایت و امامتِ علیؑ اور ولایتِ اہلِ بیتؑ کے بارے میں اس طرح حقیقت کو واضح و آشکار کر رہے ہیں اگر شہادت ولایت اذان و اقامت وتشہد کا جزو ہوتی تو کیا یہ ممکن ہے کہ وہ اسے بیان نہ کرتے؟

تقیہ اور امام رضا علیہ السلام

اب ہم حضرت امام رضا علیہ السلام کی چند احادیث عیون اخبار الرضا سے نقل کرتے ہیں:

☆ حضرت امام رضاؑ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا ہے کہ حضرت علیؑ کی ولایت میرا قلعہ ہے جو میرے قلعہ میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا۔((136:2)

☆ حضرت امام رضا علیہ السلام اپنے آبائے طاہرین کے سلسلے سے رسول اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: یا علیؑ! قیامت کے دن صرف ہم چار افراد سوار ہوں گے۔ ایک انصاری نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں وہ کون ہیں؟ رسول اللہ نے فرمایا: ''میں اللہ کی بھیجی ہوئی سواری براق پر سوار ہوں گا، میرے بھائی حضرت صالح اس اونٹنی پر سوار ہوں گے جسے مار ڈالا گیا تھا، میرے چچا حمزہؑ میری اونٹنی غضباء پر سوار ہوں گے اوار میرا بھائی علیؑ جنت کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی پر سوار ہوگا، اس کے ہاتھ میں لواء الحمد ہو گا اور وہ ندا دے رہا ہوگا **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** سب لوگ کہیں گے یہ تو کوئی مقرب فرشتہ یا نبی مرسل یا حامل عرش ہے۔ عرش کے نیچے سے انہیں جواب ملے گا: ''اے بنی آدم! یہ ملک مقرب ہے نہ نبی مرسل اور نہ ہی حامل عرش ہے، یہ صدیق اکبر ہیں یہ علی ابن ابی طالب ہیں''۔ (48:2)

مومنین حضرات میدان محشر میں امیر المومنینؑ کے کلمہ کے الفاظ پر غور کریں اور سوچیں کہ کیا قیامت کے دن بھی حضرت علیؑ تقیہ کر رہے ہوں گے؟

☆ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: جو تجھ سے محبت کرے گا وہ قیامت کے دن انبیاء کے ساتھ ان کے درجہ میں محشور ہوگا اور جو تجھ سے بغض رکھے گا وہ چاہے یہودی مرے یا

نصرانی۔(58:2)

☆ امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: علیؑ سے بغض رکھنا کفر اور بنی ہاشم سے بغض رکھنا نفاق ہے۔ (60:2)

☆ امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ نے فرمایا: یا علیؑ تجھ سے صرف مومن محبت کرے گا اور تجھ سے صرف کافر بغض رکھے گا۔ (63:2)

☆ امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: جس نے علیؑ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے اللہ کو گالی دی۔ (67:2)

عیون اخبار الرضا میں محبتِ علیؑ، ولایتِ علیؑ اور فضائلِ علیؑ کے بارے میں جو احادیث شیخ صدوقؒ نے نقل کی ہیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ہم نے مؤمنین کرام کی اطلاع کے لیے صرف نمونہ کے طور پر چند احادیث پیش کی ہیں۔

ہم ایک بار پھر مومنین کرام اور محبان اہل بیت کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ غور وفکر سے کام لیں اور انصاف سے فیصلہ فرمائیں کہ امام رضا علیہ السلام جو اس طرح آزادی اور بے خوفی سے ولایت و امامتِ علیؑ کے بارے میں یہ احادیث بیان فرما رہے ہیں کیا انہوں نے اذان و اقامت وتشہد میں تقیہ کی وجہ سے شہادت ثالثہ کا ذکر نہیں کیا؟ امام رضا علیہ السلام نے جو حکمت اذان بیان فرمائی ہے، جو آپ صفحہ 19 پر ملاحظہ کر چکے ہیں، اس میں بھی شہادت ثالثہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اگر شہادت ثالثہ جزو اذان ہوتی تو کیا ممکن ہے کہ امام علیہ السلام حکمت اذان میں اس کا تذکرہ نہ فرماتے؟ کیا جاہل غالی امام رضا علیہ السلام اور دیگر آئمہ علیہم السلام سے زیادہ ولایتِ علیؑ رکھتے ہیں۔

ہم مومنین سے درخواست کرتے ہیں کہ تشہد میں شہادت ثالثہ کا پرچار کرنے والے غالیوں سے پوچھیں کہ جب ہمارے نے آئمہؑ اتنے وسیع پیمانے پر، اس قدر جرأت و بے باکی سے اور کسی لگی لپٹی کے بغیر ولایتِ علیؑ کا پرچار کیا ہے تو اگر شہادت ثالثہ جزو اذان و اقامت وتشہد تھی تو اس کا کہیں ایک مرتبہ بھی ذکر کیوں

نہ کیا؟

غالیوں نے اس سوال کے جواب سے بچنے کے لیے تقیہ کو پناہ گاہ بنانے کی کوشش کی تھی لیکن ان کی یہ پناہ گاہ ریت کی دیوار کی طرح گر گئی۔

تقیہ اور علماء

غالیوں نے زمانہ آئمہؑ اور گزشتہ ادوار میں شہادت ثالثہ کا ثبوت فراہم کرنے میں ناکامی پر جہاں آئمہؑ کے حالتِ تقیہ میں ہونے کو ایک راہ فرار قرار دیا وہاں انہوں نے گزشتہ ادوار کے علماء کو بھی حالتِ تقیہ میں کہہ کر جان چھڑانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ آئمہ کے دور کے بارے میں ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ آئمہؑ نے تقیہ پر مبنی حفاظتِ حق کی پالیسی اپنا کر انتہائی موثر انداز میں ولایتِ علیؑ کا پرچار کیا۔ اب ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ گزشتہ ادوار کے علماء و مجتہدین نے بھی ولایتِ علیؑ کے بیان و اظہار میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور کہیں بھی ولایتِ علی جیسے اہم مسئلہ کو مبہم نہیں رہنے دیا۔ اگر اس بارے میں علماء کی خدمات کی تفصیلی رپورٹ تیار کی جائے تو کئی جلدوں پر مشتمل کتاب بن جائے گی۔ یہاں بھی ہم اختصار کے پیش نظر چند مثالیں بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

علامہ حلی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ حلی کا نام اور شخصیت کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ ان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ تیرہ برس کی عمر میں درجہ اجتہاد تک پہنچ گئے تھے۔ ان کا انتقال 726 ہجری میں ہوا۔ ان کی تالیفات میں نہج الحق، اور کشف المراد شیعہ اصول دین کی بلند پایہ کتب شمار ہوتی ہیں جن میں ولایت و امامتِ علیؑ کے بارے میں شیعہ عقیدہ کو ٹھوس دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ ان کی ایک اور کتاب کا نام الفین ہے۔ عربی میں اَلف ایک ہزار کو اور الفین دو ہزار کو کہتے ہیں۔ اس کتاب کا نام الفین ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کتاب میں علامہ حلیؒ نے امامت علیؑ کے بارے میں دو ہزار دلائل بیان کئے ہیں۔ جن میں سے ایک ہزار دلائل امامتِ علیؑ کے اثبات کے لیے اور ایک ہزار دلائل مخالفین کے اعتراضات کی رد میں دیئے گئے ہیں۔ لیکن یہی علامہ حلیؒ جب فقہ کی کتب لکھتے ہیں تو تشہد تو

دور کی بات ہے، اذان و اقامت میں بھی شہادتِ ثالثہ کا ذکر تک نہیں کرتے۔ مومنین کرام ان کی کتاب تبصرۃ المتعلمین کی طرف رجوع فرمائیں جو فقہ جعفریہ کی مشہور اور معتبر کتب میں شمار ہوتی ہے۔

اب مومنین کرام اور محبان اہل بیتؑ عدل و انصاف سے فیصلہ کریں کہ جو علامہ حلیؒ امامتِ علیؑ کے اثبات کے لیے نہج الحق، کشف المراد اور الفین جیسی عظیم الشان کتب لکھتے ہیں کیا تبصرۃ المتعلمین لکھتے وقت وہ مقصر، ناصبی، نجدی اور وہابی ہو گئے تھے۔ جبکہ اسی کتاب میں ان کا رسالہ ''واجب الاعتقاد'' بھی موجود ہے جس میں وہ سارے آئمہؑ کے نام لکھ کر فرماتے ہیں کہ ان کی امامت پر ایمان رکھنا واجب ہے۔

شہیدِ اوّل

شہید اول کو شیعہ فقہا میں ایک نمایاں اور ممتاز مقام حاصل ہے جن پر شیعہ قوم اور شیعہ علماء بجا طور پر قیامت تک فخر کرتے رہیں گے۔ انہوں نے فقہ میں متعدد کتب لکھیں جن میں اللمعۃ الدمشقیہ بہت اہم اور مشہور ہے۔ یہ کتاب انہوں نے دمشق کے زندان میں اس وقت لکھی جب دمشق کے ناصبی حاکم نے ان کی سزائے موت کا فیصلہ سنا دیا تھا۔ انہوں نے ایک مومن پہرہ دار کے تعاون سے کاغذ، قلم اور دوات حاصل کر کے شب و روز کی محنت سے یہ کتاب ایک ہفتہ کی مدت میں زندان میں لکھی۔ اسی پہرہ دار کے تعاون سے یہ کتاب زندان سے باہر اہل تشیع کی دسترس میں آئی۔ وہ اس کتاب میں اذان و اقامت کے باب میں تحریر فرماتے ہیں :

'' اذان و اقامت مستحب ہیں۔ ان کی کیفیت یہ ہے کہ نمازی ان کی نیت کرے اور اذان کے شروع میں چار مرتبہ تکبیر کہے، پھر دو گواہیاں، پھر تینوں حی علیٰ، تکبیر اور تہلیل دو دو مرتبہ کہے۔ اقامت میں دو دو مرتبہ اور حی علیٰ خیر العمل کے بعد دو مرتبہ قد قامت الصلوٰۃ کا اضافہ کرے اور آخر میں ایک بار تہلیل کہے۔''

اس کے بعد وہ لکھتے ہیں:

'' ولا یجوز اعتقاد شرعیۃ غیر ھذہ فی الاذان و الاقامہ کالتشھد بالولایہ و ان محمد و آلہ خیر البریہ و ان کان الواقع کذالک''

ترجمہ: '' ان کے علاوہ اذان اور اقامت میں کسی چیز کے جزء شرعی ہونے کا عقیدہ رکھنا جائز نہں ہے جیسا کہ ولایت کی شہادت یا اس بات کی شہادت کہ محمد وآل محمد خیر البریہ ہیں اگر چہ یہ حقیقت ہے''۔

مومنین غور کریں کیا شہید اولؒ نے خوف جان سے اذان و اقامت میں شہادت ثالثہ کا ذکر ترک کر دیا تھا؟ یا یہ کہ ولایتِ علیؑ کے جرم میں شہید ہونے والا یہ عظیم فقیہ معاذ اللہ مقصر، نجدی، وہابی یا دشمن اہل بیت تھا؟

محمد ابن یعقوب کلینی رحمۃ اللہ علیہ

کتاب الکافی محدث بزرگوار ثقۃ الاسلام شیخ محمد ابن یعقوب کلینیؒ کی تالیف ہے۔ جنابِ کلینیؒ کا انتقال زمانہ غیبتِ صغریٰ میں 328 یا 329 ہجری میں ہوا۔ ان کی کتاب الکافی سولہ ہزار سے زائد احادیث پر مشتمل ہے۔ اصولِ کافی کی کتاب الحجۃ میں 129 ابواب ہیں جو امامت کے وجوب، امام کے مقام، امام کے علم، معرفت ِامام، آئمہؑ میں سے ہر ایک کی امامت پر نص اور آئمہؑ کے حالات زندگی سے متعلق ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جناب کلینیؒ کو امامت اور امامت کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں 129 باب اور سینکڑوں احادیث لکھتے وقت تقیہ کی ضرورت کیوں پیش نہیں آئی؟ انہوں نے صرف شہادت ثالثہ کے بارے میں احادیث درج کرتے وقت ہی کیوں تقیہ کیا؟ اسی طرح آئمہ معصومینؑ نے یہ سینکڑوں احادیث بیان کرتے وقت تقیہ کیوں نہیں کیا؟

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ

شیخ صدوق کا اصل نام محمد ابن علی ابن حسین ابن بابویہ قمی ہے۔ ان کی ولادت غیبت صغریٰ کے دور میں ہوئی اور انتقال غیبت صغریٰ کے 47 سال بعد 381 ہجری میں ہوا۔ ان کے والد علی ابن حسین امام زمانہؑ کے تیسرے نائب حضرت حسین بن روح کے خواص میں سے تھے۔ انہوں نے جناب حسین بن روح کی وساطت سے امام زمانہؑ سے اولاد کے لیے دعا کی درخواست کی۔ امام زمانہؑ نے ان کے حق میں اولاد کے لیے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں دو فرزند عطا فرمائے۔ ایک کا نام محمد اور دوسرے کا نام حسین رکھا گیا۔ یہی محمد بعد میں شیخ صدوق

کے نام سے معروف ہوئے۔صدوق کے معنی ہیں بہت زیادہ سچا۔

ان کی کتب کی تعداد تین سو سے زائد ہے جن میں سے ایک **من لا یحضرہ الفقیہ** ہے جو کتب اربعہ میں سے ایک ہے۔ان کی ایک اور مشہور کتاب عیون اخبار الرضا ہے جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں اور اس میں سے نمونہ کے طور پر ولایت علیؑ کے بارے میں چند احادیث بھی مومنین کرام اور موالیان اہل بیتؑ کی اطلاع کے لیے درج کر چکے ہیں۔ان کی ایک اور کتاب معانی الاخبار ہے جس میں انہوں نے امیر المومنینؑ کے خطبہ شقشقیہ کی تفسیر بھی کی ہے۔

اذان میں شہادت ثالثہ کے بارے میں ان کا نظریہ آپ صفحہ 17 پر پڑھ چکے ہیں جس میں انہوں نے شہادت ثالثہ کے بارے میں احادیث کو مفوضہ اور غالیوں کی گھڑی ہوئی احادیث قرار دیا ہے۔ بلکہ ان کے نزدیک یہ احادیث مفوضہ کی پہچان کا ذریعہ ہیں۔

شہادت ثالثہ کی تائید میں احادیثِ آئمہؑ میں سے ثبوت فراہم کرنے میں ناکام ہو جانے اور تھک ہار جانے کے بعد بیچارے غالیوں کو اگر کوئی حدیث ملتی ہے تو وہ بقول ان کے ساتویں یا آٹھویں صدی کے کسی سنی عالم کی کتاب ہے، جس کا صرف ایک خطی نسخہ دمشق کی کسی لائبریری میں موجود ہے۔اسے کہتے ہیں علمی یتیمی۔

کبھی یہ بیچارے غالی اپنے غلو کی بندوق چلانے کے لیے آیت اللہ خوئیؒ کا کندھا استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔حالانکہ آیت اللہ خوئیؒ کی اردو، فارسی، عربی میں لکھے ہوئے رسالہ ہائے توضیح المسائل اور ان کی کتاب منہاج الصالحین میں انہوں نے واضح طور پر تحریر فرمایا ہے کہ شہادت ثالثہ جزو اذان و اقامت نہیں ہے۔تشہد میں شہادت ثالثہ کے بارے میں جب ان سے استفتاء کیا گیا تو انہوں نے انتہائی واضح الفاظ میں فرمایا کہ تشہد میں شہادت ثالثہ کا پڑھنا جائز نہیں ہے۔

غالیوں کی چوری اور خیانت

بعض غالیوں نے اپنے ایک پمفلٹ میں سر الایمان نامی کتاب کے صفحہ 54 سے ایک عبارت کا ایک

حصہ نقل کر کے مومنین کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے کہ آیت اللہ خوئیؒ تشہد میں شہادت ثالثہ کے قائل تھے۔ہم مومنین کیا اطلاع کے لیے پوری عبارت یہاں درج کرتے ہیں تا کہ غالیوں کی چوری اور خیانت کاری ان پر آشکار ہو جائے۔

''سر الایمان '' عبد الرزاق المقرم کی تالیف ہے جو انہوں نے شہادت ثالثہ کے موضوع پر لکھی ہے۔اس کتاب میں وہ لکھتے ہیں کہ شہادت ثالثہ کے بارے میں جب آیت اللہ خوئیؒ سے پوچھا گیا تو انہوں نے یہ جواب دیا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ حضرت علیؑ اور ان کی اولاد طاہرین کی ولایت کی شہادت جزو اذان و اقامت نہیں ہے۔

ہاں ! یہ گواہی بذات خود مستحب ہے،اس میں کوئی اشکال نہیں ہے اس کے بارے میں خصوصیت سے حکم بھی وارد ہوا ہے کہ بلا قید حال شہادت رسالت کے ساتھ ولایت کی گواہی دی جائے ، بلکہ شہادت ولایت شہادت رسالت کی تکمیل کرتی ہے جس طرح اللہ اور اس کے رسول پر ایمان ولایت پر ایمان کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔علماء و ابرار کا شیوہ رہا ہے کہ وہ طویل عرصے سے اذان و اقامت کا جزو سمجھے بغیر اسے کہتے آئے ہیں اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا یہاں تک کہ ان کا شعار اور ان کی پہچان بن گیا۔اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ہر قوم کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی بھی جائز یا مستحب عمل کو اپنا شعار بنا لے۔ہاں جو چیزیں دین میں ممنوع ہیں ان میں یہ جائز نہیں ہے۔

اس لیے نماز میں شہادت ثالثہ جائز نہیں ہے اسلیے کہ دین نے نماز میں قرآن، ذکر اور دعا کے سوا ہر کام سے منع کیا ہے۔لہٰذا ایسا نہیں ہے کہ ہر وہ کلام جو بذات خود مستحب ہو وہ نماز میں بھی جائز ہو، جب تک کہ وہ قرآن، ذکر یا دعا نہ ہو۔

(اصل کتاب کا عکس اور دیگر مراجع و علماء کے فتاویٰ کے عکس ملاحظہ کرنے کے لیے مولانا ملک آفتاب

حسین جوادی دامت برکاتہ کی کتاب ''شہادتِ ثالثہ در تشہد'' کا مطالعہ فرمائیں)۔

مومنین کرام اور محبان اہل بیتؑ یہاں سے ان غالیوں کی بد دیانتی اور جھوٹ کا اندازہ کرلیں۔ آیت اللہ خوئیؒ کو فوت ہوئے ابھی چند سال ہی ہوئے ہیں اور سرالایمان کے مؤلف عبدالرزاق مقرم کو فوت ہوئے بھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ مگر ان کی کتاب اور آیت اللہ خوئی کے بیان کو پیش کرنے میں ان غالیوں نے اتنی خیانت سے کام لیا کہ آیت اللہ خوئیؒ کے اصل فتویٰ کو جو اس بیان کے ابتداء اور انتہا پر انتہائی واضح طور پر بیان کیا گیا ہے، (جسے ہم نے نمایاں حروف میں لکھا ہے) نظر انداز کر کے درمیان سے ایک جملہ (جسے ہم نے انڈر لائن کر دیا ہے) لے کر آیت اللہ خوئیؒ پر یہ الزام لگا رہے ہیں کہ وہ تشہد میں شہادت ثالثہ کے قائل تھے۔

اب مومنین کرام خود فیصلہ کریں کہ ایسے جھوٹے، خائن، بے دین اور بے ایمان افراد کا ولایت علیؑ سے کیا تعلق ہوسکتا ہے؟ کیا مومنین ان غالیوں سے اس چوری اور خیانت کا حساب لیں گے۔

امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ

ہر طرف سے عاجز اور ناکام ہوجانے کے بعد بیچارے غالی شہادت ثالثہ کے جواز میں ایک دلیل یہ دیتے ہیں کہ امام خمینیؒ کی نماز جنازہ میں آیت اللہ گلپایگانیؒ نے شہادت ثالثہ کہی تھی لہٰذا شہادت ثالثہ جزو تشہد ہے۔ جی ہاں! امام خمینیؒ کی نماز جنازہ میں آیت اللہ گلپایگانی نے شہادت ثالثہ پڑھی اور جب کبھی مجھے بھی کسی برادر مومن کی نماز جنازہ پڑھانے کا موقع ملتا ہے تو میں بھی نماز جنازہ میں شہادت ثالثہ پڑھتا ہوں۔ لیکن اذان و اقامت کے بارے میں آیت اللہ گلپایگانی کا فتویٰ یہی ہے کہ شہادت ثالثہ ان کا جزو نہیں ہے اور تشہد میں شہادت ثالثہ کو وہ مبطل نماز سمجھتے ہیں۔ جب ان سے تشہد میں شہادت ثالثہ کے بارے میں استفتاء کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا: ''تشہد اسی طرح پڑھا جائے جیسے توضیح المسائل میں لکھا ہوا ہے۔'' (مجمع المسائل 1:177)

آیت اللہ جواد تبریزی ملکی رحمۃ اللہ علیہ

بعض غالیوں نے امام خمینیؒ کے استاد آیت اللہ جواد تبریزی ملکیؒ کی کتاب اسرار الصلوٰۃ کی ایک عبارت سے مومنین اور محبان اہل بیتؑ کو دھوکہ دینے کی کوشش کی کی ہے کہ انہوں نے اپنی اس کتاب کے صفحہ 277 پر لکھا ہے کہ: ”عام طور پر رائج اور متعارف تشہد پڑھنے پر اکتفا نہ کریں بلکہ تشہد کبیر کے کچھ جملے بھی ضرور کہا کریں۔“ اس طرح بیچارے غالیوں نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ تشہد کبیر وہ تشہد ہے جس میں شہادت ثالثہ ہو حالانکہ تشہد کبیر سے مراد وہ تشہد ہے جو ہم نے اس رسالہ کے صفحہ 14 پر تہذیب الاحکام کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ اس میں شہادت ثالثہ کا نام ونشان تک نہیں ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ 272 پر آیت اللہ جواد تبریزی ملکیؒ نے تشہد کا ذکر کیا ہے۔ وہاں بھی شہادت ثالثہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح اس کتاب کے صفحہ 181 پر انہوں نے اذان میں شہادت ثالثہ کی روایات کے بارے میں یہ اعتراف کیا ہے کہ ان روایات کی سند ضعیف ہے۔ لیکن چونکہ مرحوم جواد تبریزی ملکی مستحبات میں ضعیف روایات پر عمل کرنے کو جائز سمجھتے ہیں لہٰذا یہاں انہوں نے کہا ہے کہ اذان واقامت میں شہادت ولایت کا اضافہ کرنا مستحب نہ بھی ہو تو ثواب کی امید پر اس کے کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تقیہ کے بارے میں دو اہم نکات

تقیہ کے بارے میں مندرجہ ذیل دو نکات کی طرف توجہ رکھنا نہایت ضروری ہے:

1۔ اگر شہادت ثالثہ تقیہ کی وجہ سے ترک کی گئی ہوتی تو اسے اذان میں ترک ہونا چاہیے تھا نہ کہ تشہد میں۔ اس لیے کہ تقیہ کی وجہ سے ان اعمال کو ترک کیا جاتا ہے جو اعلانیہ انجام دیئے جاتے ہیں۔ جو اعمال اعلانیہ انجام نہیں دیئے جاتے ان کو تقیہ کی وجہ سے ترک نہیں کیا سکتا۔ اب اذان اور تشہد میں سے اذان اعلانیہ دی جاتی ہے جبکہ تشہد اعلانیہ عمل نہیں ہے۔ یہ عجیب الٹا تقیہ ہے کہ اعلانیہ عمل میں تو کوئی تقیہ نہیں اور صدیوں سے مساجد کے میناروں سے اذان میں شہادت ولایت کا اعلان کیا جارہا ہے اور تشہد میں اسے ترک کیا جارہا ہے جو ایک غیر اعلانیہ عمل ہے۔

2۔ اگر کبھی تقیہ کی وجہ سے کسی عمل کو ترک کرنا ضروری ہو جائے تو اس عمل کو ترک کرنے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے اس کی مخالفت میں کوئی بات نہیں کی جاتی۔ اگر شیخ صدوقؒ، شہید اولؒ اور شہید ثانیؒ نے تقیہ کی وجہ سے شہادت ثالثہ کو ترک کیا ہوتا تو وہ کبھی اسے ناجائز اور اس کے بارے میں پائی جانے والی روایات کو غالیوں کی من گھڑت روایات نہ کہتے۔

غالیوں کی ایک نرالی منطق

غالیوں کی طرف سے ایک عجیب جاہلانہ بات یہ بھی کی جاتی ہے کہ ہم مجتہدین کے اقوال کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں ہم تو صرف آئمہؑ کے ارشادات کو مانیں گے۔ کوئی ان بے چاروں سے پوچھے کہ اگر تم علماء اور مجتہدین کی بات نہیں مانتے تو پھر محدث بزگوار محمد ابن یعقوب کلینیؒ سے لے کر آج تک کے کسی بھی عالم اور فقیہ کی کسی کتاب کا حوالہ نہ دو۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ علماء وفقہاء کی کتابوں کو ترک کر کے وہ کس طرح یہ ثابت کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادقؑ اور دیگر آئمہؑ وجود بھی رکھتے تھے یا نہیں؟ جن علماء وفقہاء کی کتب کے ذریعے مذہب شیعہ ہم تک پہنچا ہے ان کی کتب کی نفی کر کے شیعہ مذہب کی کسی بھی بات کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا یا تو تمام معتبر کتب کو اور ان کے مصنفین کو قابل اعتماد تسلیم کریں یا پھر ان کو مکمل طور پر ترک کر دیں۔

ایک مغالطہ اور اس کا جواب

غالیوں کی طرف سے مومنین کو فریب دینے کے لیے یہ غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ جب ولایت علیؑ کے بغیر دین کامل نہیں ہے تو ولایت علیؑ کی شہادت کے بغیر نماز کیسے کامل ہو سکتی ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس پر ایمان لانا ضروری ہے نماز میں اس کا ذکر ضروری نہیں ہے۔ حضرت علیؑ کی ولایت کا اقرار کر کے انسان کا دین کامل ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان حضرت علیؑ کی ولایت کا اقرار نہ کرے تو اس کا ایمان ناقص رہ جاتا ہے اگر چہ وہ رہتا مسلمان ہی ہے۔ لیکن حضرات نوح، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، لوط، ہود، صالح، شعیب، موسیٰ، ہارون، داؤد، سلیمان اور عیسیٰ علیہم السلام میں

سے کسی کی رسالت کا انکار کر دینے سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ قرآن، تورات، زبور و انجیل پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک پر بھی ایمان نہ رکھتا ہو تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ آخرت اور فرشتوں پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص آخرت یا فرشتوں کا انکار کر دے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

اگر یہ اصول مان لیا جائے کہ ہر وہ چیز جس پر ایمان لانا ضروری ہے وہ جزو اذان و اقامت و نماز بھی ہے تو پھر سب رسولوں کی رسالت، آسمانی کتب، فرشتوں اور آخرت کے برحق ہونے کی گواہی کو بھی جزو اذان و اقامت و نماز ماننا پڑے گا۔ اس اصول کی بنیاد پر صرف حضرت علیؑ کی ولایت کی گواہی کے جزو تشہد ہونے پر اصرار کرنا انتہائی غیر معقول، غیر منطقی اور جاہلانہ رویہ ہے۔

ایک اہم نکتہ

ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ اگر ولایت علیؑ کا اقرار کر لینے سے ہی انسان کا دین کامل ہو جاتا ہے تو پھر زیدی اور اسماعیلی شیعوں کے بارے میں کیا کہا جائے گا؟ زیدی شیعہ یمن میں بکثرت آباد ہیں۔ وہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام تک چار آئمہؑ کو تو مانتے ہیں مگر ان کے بعد حضرت زید شہید ابن امام زین العابدینؑ کو امام مانتے ہیں۔ وہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے لے کر امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف تک کسی امام کی امامت کو نہیں مانتے۔ کیا زیدی شیعہ صرف ولایت علیؑ کے اقرار سے کامل الایمان تصور ہو سکتے ہیں۔

کچھ ایسا ہی حال اسماعیلی شیعوں کا ہے جو امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد باقی چھ آئمہؑ کی امامت کو نہیں مانتے بلکہ امام ششم کے فرزند حضرت اسماعیل کو ساتواں امام مانتے ہیں۔ ان کے ہاں سلسلہ امامت آج تک نسلِ اسماعیل میں جاری ہے اور پرنس کریم آغا خان ان کے موجودہ امام ہیں۔

کیا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ اسماعیلی حضرات ولایت علیؑ کا اقرار کرتے ہیں لہٰذا ان کا دین کامل ہے۔ اب اثنا عشری، زیدی اور اسماعیلی سب ولایت علی کے قائل ہیں لیکن اثنا عشری، زیدیوں اور اسماعیلیوں کو برحق نہیں سمجھتے۔ کیا اثنا عشری شیعہ اپنے آپ کو زیدی اور اسماعیلی شیعوں سے الگ ظاہر کرنے کے لیے اپنی اذان

میں امام محمد باقر، امام موسیٰ کاظم اور امام زمانہ علیہم السلام کی امامت کی گواہی دینا شروع کر دیں گے؟

غالیوں کی طرف سے ایک شوشہ یہ بھی چھوڑا جاتا ہے کہ اگر آئمہؑ کی طرف سے کوئی ایسی حدیث موجود نہیں ہے جس میں شہادت ثالثہ کہنے کا حکم یا اجازت موجود ہو تو کیا ایسی کوئی حدیث موجود ہے جس میں اس سے منع کیا گیا ہو؟

اس کے جواب میں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ نماز توقیفی عبادت ہے۔ اس میں وہی جائز ہے جو اللہ تعالیٰ، رسول اللہ اور آئمہ علیہم السلام نے بتا دیا ہے۔ اس میں کوئی کمی یا زیادتی نہیں کی جاسکتی۔ اس کے علاوہ اگر اس منطق کو مان لیا جائے کہ چونکہ آئمہؑ کی کسی حدیث میں شہادت ثالثہ سے منع نہیں کیا گیا لہٰذا اس کا کہنا صحیح ہے تو پھر آپ کی دیکھا دیکھی اگر کل کو حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اسماعیلی، قادیانی، بوہرے اور دیگر فرقوں کے پیروکار بھی اپنے اپنے اماموں کی امامت کی گواہی اذان و اقامت و تشہد میں شامل کر دیں تو کیا آپ ان کا یہ عمل درست مان لیں گے۔ اس لیے کہ کسی حدیث میں اس سے منع نہیں کیا گیا ہے۔

عصمتِ آئمہ علیہ السلام

غالی بے چارے جب شہادت ثالثہ کا کوئی ثبوت آئمہ کی تعلیمات سے پیش نہیں کر سکتے تو یہ کہنے لگتے ہیں: ''آئمہؑ نے کبھی نماز جماعت کی امامت نہیں کی اور نہ ہی کسی کو نماز کی تعلیم دی کیونکہ وہ تقیہ کی حالت میں تھے، ہمیں تو آئمہؑ کی تعلیمات کا علم ہی نہیں ہے۔''

ان کی اس منطق کا جواب عقیدۂ عصمت آئمہؑ ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ امام کا معصوم ہونا ضروری ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات مکمل حفاظت کے ساتھ اللہ کے بندوں تک پہنچ سکیں۔ اگر امام معصوم نہ ہو تو وہ حکم خدا کو سمجھنے میں بھی غلطی کر سکتا ہے اور اس کے بیان کرنے اور اس پر عمل کرنے میں بھی غلطی اور خطا کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ اس طرح نہ تو اللہ کے احکامات بندوں تک صحیح طور پر پہنچ سکتے ہیں اور نہ ہی بندوں پر اللہ کی حجت تمام ہو سکتی ہے۔

اگر امام ابوحنیفہ کی تعلیمات ان کی قوم تک پہنچ سکتی ہیں، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کی نماز کی کیفیت اور ان کی تعلیمات ان کے ماننے والوں تک پہنچ سکتی ہیں مگر اللہ کے بنائے ہوئے بارہ معصوم اماموں کی نماز کی کیفیت اور ان کی تعلیمات ان کے ماننے والوں تک نہ پہنچیں، تو کیا آئمہؑ کے معصوم ہونے کی حکمت غیر مؤثر نہیں ہو جائے گی۔؟

اللہ تعالیٰ مؤمنین کرام کو غالیوں کی فریب کاری سے محفوظ رکھے۔ ہم مؤمنین سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ ان غالیوں سے پوچھیں کہ ایک طرف سے تو اللہ ہمیں آئمہؑ کی اطاعت کا حکم دے رہا ہے اور دوسری طرف سے آئمہؑ ہم کو نماز کی تعلیم تک نہ دے سکے تو ایسے آئمہؑ اور ان کی امامت کا مقصد کیا تھا؟ جن آئمہؑ کی تعلیمات ہی ان کی قوم تک نہ پہنچی ہوں ان کی اطاعت کس طرح ممکن ہے اور ان کی ولایت کا کیا مفہوم باقی رہ جاتا ہے؟ کیا ایسی صورت میں آئمہؑ اللہ کی طرف سے ہم پر حجت ہو سکتے ہیں؟

علاوہ ازیں اگر آپ کتب فقہ و حدیث اٹھا کر دیکھیں تو آپ کو بکثرت ایسی احادیث ملیں گی جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آئمہؑ اپنے اصحاب کو نماز با جماعت پڑھاتے تھے اور ان کے بعض اصحاب مثلاً جابر جعفی اپنے قبیلہ کے امام جماعت تھے اور جماعت سے متعلق امام جعفر صادقؑ سے اکثر مسائل پوچھا کرتے تھے اور امامؑ ان کی رہنمائی فرماتے تھے۔

ولایت علیؑ کی حقیقی گواہی

ہر انسان صبح سے شام تک بیسیوں کام انجام دیتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے، سنتا ہے، بولتا ہے، کام کاج کرتا ہے، ملازمت، تجارت، زراعت کرتا ہے، کماتا ہے، خرچ کرتا ہے، بچت کرتا ہے، دوستی کرتا ہے، دشمنی کرتا ہے، محبت اور نفرت کرتا ہے، آرام اور تفریح کرتا ہے۔ روحانی ترقی و تسکین کے لیے عبادت کرتا ہے۔ یہ سارے کام دنیا کا ہر انسان کرتا ہے خواہ اس کا تعلق کسی بھی ملک، مذہب، زبان یا نسل سے ہو۔

ولایت علیؑ کے معنی یہ ہیں کہ ہم اپنے ان تمام افعال کو حضرت علیؑ کی سرپرستی میں انجام دیں اور ان تمام

افعال میں حتی الامکان ان کی پیروی کریں۔ گویا یہ ہمارے اعمال ہیں جن کے ذریعے ہم گواہی دے رہے ہوتے ہیں کہ ہم علیؑ کی ولایت میں ہیں یا کسی اور کی ولایت میں۔ پس ولایت علیؑ کی حقیقی گواہی ہمیں اپنے عمل اور کردار سے دینی ہے۔ اگر ہم زبان سے علیؑ ولی اللہ کہیں مگر ہمارے اعمال میں کردار علیؑ کا ذرا سا بھی رنگ نہ ہو، تو ولایت علیؑ کا دعویٰ جھوٹا ہوگا۔ اگر ہم نماز میں ان چیزوں کا اضافہ کر دیں جو حضرت علیؑ کی نماز میں نہیں تھیں تو ہم ولایت علیؑ کا دعویٰ کرنے کے باوجود عملی طور پر ولایت علیؑ کی مخالفت کے مرتکب ہو رہے ہوں گے۔ چونکہ آئمہؑ اپنی نماز میں شہادت ثالثہ نہیں پڑھتے تھے لہٰذا نماز میں شہادت ثالثہ پڑھنا ولایت علیؑ اور ولایت آئمہؑ کی کھلی خلاف ورزی ہے۔

نتیجہ

مندرجہ بالا بحث سے یہ ثابت ہو گیا کہ:

☆ آئمہ معصومین علیہم السلام اور علماء و مجتہدین کا تقیہ حق کی حفاظت کے لیے تھا۔

☆ اگر تقیہ کی وجہ سے ولایت و امامت علیؑ کا ذکر مشکل یا ناممکن ہوتا تو اس موضوع پر سرے سے آئمہ معصومینؑ کی کوئی حدیث نہ ہوتی۔ لیکن ولایت علیؑ پر سینکڑوں احادیث کا موجود ہونا اور اذان و اقامت و تشہد میں اس بارے میں کوئی حدیث نہ ہونا اس بات کی قطعی اور ناقابل تردید دلیل ہے کہ شہادت ولایت جزو اذان و اقامت و تشہد نہیں ہے۔

☆ جہاں جہاں شہادت ثالثہ کہنے کی اجازت یا گنجائش تھی وہاں ہر دور کے علماء شہادتِ ولایت کا اعلان کرتے آئے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے اذان و اقامت میں اسے جزو سمجھے بغیر کہنے کو جائز اور جزو سمجھ کر کہنے کو بدعت قرار دیا۔ اسی طرح انہوں نے تشہد میں اس کے کہنے کو بدعت اور مبطل نماز قرار دیا۔

خلاصہ گفتگو یہ کہ:

1. اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ ولایت علیؑ جزو ایمان ہے۔ جو ولایت علیؑ سے محروم ہے اس

کا ایمان ناقص ہے اور جو ولایت علیؑ کا منکر ہے وہ منافق ہے۔

2. آئمہ معصومین علیہم السلام نے ہر مقام پر ولایت علیؑ کا مؤثر انداز میں پرچار کیا مگر اذان واقامت اور تشہد میں شہادت ثالثہ نہیں پڑھی اور نہ ہی پڑھنے کا حکم دیا۔لہٰذا ثابت ہوا کہ ولایت علیؑ جزو ایمان ہونے کے باوجود جزو اذان واقامت وتشہد نہیں ہے۔

3. جو لوگ شہادت ثالثہ کو اذان واقامت ونماز میں واجب قرار دیتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ اور معصومین علیہم السلام کی اطاعت نہیں بلکہ ان کی نافرمانی کے مرتکب ہوتے ہیں اور درحقیقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بجائے اپنی خواہش کی عبادت کرتے ہیں جو درحقیقت شیطان کی عبادت ہے۔

4. جو لوگ اذان وتشہد میں شہادت ثالثہ نہ پڑھنے والوں کو گالیاں دیتے ہیں ان کی ساری گالیاں (نعوذ باللہ) آئمہ معصومین علیہم السلام کو بھی جاتی ہیں کیونکہ کسی امام نے اذان واقامت وتشہد میں شہادت ثالثہ نہیں پڑھی۔(حیرت تو ان مؤمنین پر ہوتی ہے جو یہ سب کچھ سنتے ہیں اور نعرے لگاتے ہیں)

غالیوں کے بارے میں احادیث آئمہ علیہم السلام

اختتام سے پہلے ہم آئمہ معصومین علیہم السلام کی چند احادیث کا ترجمہ مومنین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جن میں انہوں نے غالیوں سے خبردار کیا ہے:

1. حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: تین افراد کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے: مجہول، غالی خواہ اسکے عقائد وہی ہوں جو تمہارے ہیں، اور وہ جو اعلانیہ فسق کا مرتکب ہوتا ہو۔(خصال 1:154)

2۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: میری امت کے دو گروہوں کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ان میں سے ایک قدریہ ہیں اور دوسرے غالی۔ (سفینۃ البحار 2:324)

3۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: اپنے جوانوں کو غالیوں سے بچاؤ کہ وہ ان کا دین برباد نہ کردیں۔غالی اللہ کی بدترین مخلوق ہیں جو اللہ کی عظمت کو گھٹاتے ہیں اور بندوں کی ربوبیت کی طرف بلاتے ہیں اور یقینا غالی

یہود و نصاریٰ اور مشرکین سے بدتر ہیں۔ (سفینۃ البحار)324:2

4۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: بعض غالی اس قدر جھوٹے ہیں کہ شیطان کو بھی ان کے جھوٹ کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ (سفینۃ البحار)324:2

ہم مومنین کرام اور محبان اہل بیت سے اپیل کرتے ہیں کہ قرآن شریف اور آئمہ معصومین علیہم السلام کی ہدایات کی اتباع کرتے ہوئے، زیادہ سے زیادہ علم حاصل کریں، قرآن مجید نہج البلاغہ اور صحیفہ سجادیہ کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ کریں تاکہ غالیوں کی شکل میں پوشیدہ شیاطین ان کے دین و ایمان پر ڈاکہ نہ ڈال سکیں۔ اس بات کو اچھی طرح مد نظر رکھیں کہ آئمہ معصومینؑ کی عملی اتباع کے بغیر نجات اور فلاح ہرگز ممکن نہیں ہے، اور آئمہ معصومین علیہم السلام کی عملی اتباع ہی کا دوسرا نام ولایت ہے۔ ہم اس تحریر کا اختتام امیر المومنین علی علیہ السلام کے اس ارشاد گرامی پر کرتے ہیں:

''فتنوں کا آغاز خواہشات کی پیروی اور بدعتوں کی ایجاد سے ہوتا ہے، ان میں کتاب اللہ کی مخالفت کی جاتی ہے، ان میں لوگ دین خدا سے ہٹ کر ایک دوسرے کا ساتھ دے رہے ہوتے ہیں۔ اگر باطل حق کی آمیزش سے پاک رہتا تو حق کی جستجو کرنے والوں کے گمراہ ہوجانے کا خوف نہ رہتا اور اگر حق باطل کی آمیزش سے پاک رہتا تو اس کے دشمنوں کی زبانیں کٹ جاتیں۔ لیکن کچھ یہاں سے لیا جاتا ہے اور کچھ وہاں سے لیا جاتا ہے اور انہیں باہم ملا لیا جاتا ہے۔ یہ وہ مقام ہوتا ہے جہاں شیطان اپنے دوستوں پر مسلط ہو جاتا ہے اور نجات ان لوگوں کے حصے میں آتی ہے جن کے لیے اللہ کی طرف سے بھلائی پہلے سے مقرر ہو چکی ہوتی ہے۔'' (نہج البلاغہ خطبہ:50)۔

یا اللہ! تو ہم سب کو خواہشات اور بدعتوں کے فتنوں سے محفوظ فرما۔ ہمیں اپنی خالص بندگی کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں دنیا میں قرآن حکیم اور محمد و آل محمد علیہم السلام کی صدق دل سے پیروی کرنے کی توفیق اور آخرت میں ان کی شفاعت نصیب فرما۔

والحمدللہ رب العالمین

ضمیمہ

غالیوں کی طرف سے تشہد میں شہادت ثالثہ کے حق میں کچھ اور کمزور دلائل بھی نظر سے گزرے ہیں۔ ان کا جائزہ اس ضمیمہ میں پیش خدمت ہے۔

1۔بکیر بن حبیب سے روایت ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا:

ای شیء اقول فی التشھد و القنوت؟ قال قل باحسن ما علمت، فانہ لو کان موقتا لھلک الناس

ترجمہ: میں تشہد اور قنوت میں کیا پڑھا کروں؟ آپ نے فرمایا: جو کچھ تم جانتے ہو اس میں جو سب سے بہتر ہو وہ پڑھ لیا کرو اس لیے کہ اگر یہ معین کر دیا جاتا تو لوگ ہلاک ہو جاتے۔(کافی باب تشہد حدیث 2)

غالیوں کی طرف سے **باحسن ما علمت** کے ترجمہ میں یہ ڈنڈی ماری جاتی ہے: جو تمہیں اچھے لگیں ان الفاظ میں پڑھ لیا کرو۔ جب کہ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو کچھ تم جانتے ہو اس میں سے جو احسن یعنی سب سے بہتر ہو وہ پڑھ لیا کرو۔

انسان کی مختلف حالتیں ہوتی ہیں اور قرآن مجید اور ارشادات معصومین علیہم السلام میں ہر حالت کی مناسبت سے بہترین دعائیں موجود ہیں۔ مثلاً اگر کسی وقت انسان پر کوئی پریشانی یا خوف کی حالت ہو تو خوف اور پریشانی سے نجات کی دعا پڑھنا احسن ہوگا۔ اگر کسی دن انسان کو کوئی غیر معمولی نعمت ملی ہو تو اس دن شکر پر مشتمل دعا پڑھنا احسن ہوگا۔ اگر کوئی بیماری لاحق ہو یا رزق کی تنگی ہو یا کوئی اور حالت ہو تو اس حالت کی مناسبت سے جو دعا احسن ہو دعائے قنوت میں اسے پڑھنا احسن ہوگا۔

اسی طرح تشہد میں بھی کچھ اذکار مستحب ہیں اور کچھ واجب ہیں۔ شہادتین اور محمد و آل محمد علیہم السلام پر صلوات واجب ہے اور اس کے علاوہ جو اذکار ہیں وہ مستحب ہیں۔ معصومین علیہم السلام کی تعلیمات میں ان مستحب

اذ کار کی کئی صورتیں موجود ہیں۔ انسان اپنی حالت کے لحاظ سے ان میں سے جو اس کی حالت کے ساتھ مناسب اور احسن ہو اس کا انتخاب کر سکتا ہے۔ یہ بات قطعی طور پر واضح ہے کہ آئمہ معصومین علیہم السلام کی طرف سے تعلیم کردہ تشہد کے مستحب اذ کار میں شہادت ولایت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا شہادت ولایت تشہد کے مستحب اذ کار کے ضمن میں مَاعَلِمْتَ کے دائرے میں ہی نہیں آتی۔ اس سلسلہ میں ایک ضعیف روایت موجود ہے جس کا جائزہ ہم صفحہ 21-22 پر لے چکے ہیں۔

اس حدیث کے معنی کو بہتر انداز میں سمجھنے کے لیے اصول کافی میں ہی اس حدیث سے پہلی حدیث پر نظر ڈال لینا بھی مناسب ہوگا۔ اس حدیث کے راوی بھی بکیر بن حبیب ہیں اور یہ حدیث بھی امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

سالت ابا جعفر علیه السلام عن التشهد فقال : لو کان کما یقولون واجبا علی الناس هلکوا، انما کان القوم یقولون ایسر مایعلمون۔ اذا حمدت الله اجزاعنک

ترجمہ: میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے تشہد کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا: جس طرح لوگ پڑھتے ہیں اس طرح واجب ہوتا تو لوگ ہلاک ہو جاتے، لوگ تو جو کچھ جانتے تھے اس میں سے وہ پڑھا کرتے تھے جو ان کے لیے آسان ترین ہوتا تھا۔ جب تم اللہ کی حمد کر لو تو یہ تمہارے لیے کافی ہے۔

یہ روایت پہلی روایت کی بہت اچھی تشریح کر رہی ہے۔ اس روایت میں دو جملوں کی گرائمر کی ساخت پر توجہ رکھنا بھی اہم ہے۔ **کما یقولون** اور **کان القوم یقولون**۔ پہلا جملہ زمانہ حال یعنی (Present) کا ہے جس کے معنی ہیں جیسا کہ لوگ پڑھتے ہیں۔ جبکہ دوسرا جملہ ماضی استمراری یعنی (Past continious) کا ہے جس کے معنی ہیں لوگ کہا کرتے تھے یا پڑھا کرتے تھے۔ امام علیہ السلام کے جواب سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ بکیر بن حبیب نے لوگوں یعنی اہل سنت کے عام طور پر پڑھے جانے والے تشہد کو پیش نظر رکھتے ہوئے سوال کیا جس میں وہ التحیات للہ ۔۔۔ پڑھتے ہیں اور اس کو واجب جان کر پڑھتے ہیں۔ امام علیہ السلام

فرمارہے ہیں کہ جس طرح یہ لوگ پڑھتے ہیں اگر وہ واجب ہوتا تو لوگ ہلاک ہوجاتے۔ پھرامام علیہ السلام زمانہ ماضی کا حوالہ دیتے ہوئے جو کہ غالباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ ہوگا، یہ فرمارہے ہیں کہ لوگ جو کچھ جانتے تھے اس میں سے آسان ترین کو پڑھتے تھے۔ پھرامام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تم اللہ کی حمد کرلوتو یہ تمہارے لیے کافی ہے۔یعنی تشہد کے آغاز میں کوئی لمبا چوڑا مستحب ذکر پڑھنے کی بجائے الحمدللہ کہہ دیا کروتو یہ تمہارے لیے کافی ہے۔مومنین کرام جانتے ہیں کہ شیعہ تشہد کا آغاز الحمدللہ سے ہوتا ہے جو امام علیہ السلام کے اس ارشاد کے عین مطابق ہے۔اس روایت میں اہل سنت کے التحیات کے واجب ہونے کی نفی ہورہی ہے اور تشہد کے مستحب ذکر کے طور پر الحمدللہ کے کافی ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔

اس روایت میں لفظ **هلک الناس** استعمال ہوا ہے جو غالیوں کی پیش کردی روایت میں بھی استعمال ہوا ہے۔اس لفظ کے صحیح معنی کا تعین بھی اس حدیث کے ایک اور لفظ سے ہوجاتا ہے کہ لوگ جو کچھ جانتے تھے اس میں سے (ایسر)یعنی آسان ترین کو پڑھا کرتے تھے۔آسان ترین کا لفظ اس بات کا قرینہ ہے کہ اس حدیث میں ہلاک ہوجانے کے الفاظ سے مراد یہ ہے کہ شدید مشکل میں پڑ جاتے۔غالیوں کی پیش کردہ روایت میں لفظ احسن کی تشریح اس لفظ ایسر سے بھی کی جاسکتی ہے کہ وہاں احسن سے مراد ایسر ہے۔

بہرحال غالیوں کی پیش کردہ اس روایت کا شہادت ثالثہ کے ساتھ دور دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔

2۔غالیوں کی طرف سے ایک اور روایت جو شہادت ثالثہ کی دلیل کے طور پر پیش کی جاتی ہے وہ من لایحضرہ الفقیہ کی روایت ہے۔حلبی سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا:

اسمی الآئمة فی الصلاة؟ قال اجملهم

ترجمہ: کیا میں نماز میں آئمہ کے اسمائے گرامی کا ذکر کیا کروں۔آپ نے جواب میں فرمایا: ان کا ذکر اجمال کے ساتھ کیا کرو۔

اس روایت کے ترجمہ میں غالیوں کی طرف سے یہ ڈنڈی ماری جاتی ہے کہ وہ اس کا ترجمہ کرتے ہیں:

یہ تو احسن اور اجمل ہے۔ جو کہ بالکل غلط ترجمہ ہے۔ اگر امام علیہ السلام نے یہ فرمانا ہوتا کہ یہ تو احسن اور اجمل ہے تو اس کے لیے صحیح الفاظ یہ تھے: **ھذا احسن و اجمل۔**

اگر غالیوں کے پیش کردہ ترجمہ کو درست مان لیا جائے کہ نماز میں آئمہ علیہم السلام کے اسمائے گرامی کا ذکر کرنا احسن اور اجمل ہے تو خود آئمہ کے تعلیم کردہ تشہد اس احسن اور اجمل سے خالی کیوں ہیں؟ کیا غالی حضرات آئمہ سے روایت شدہ ایک بھی تشہد دکھا سکتے ہیں جس میں سب آئمہ کے ناموں کا ذکر ہو؟ اس لیے کہ اس روایت میں امیر المومنین کی ولایت کی نہیں بلکہ سب آئمہ کے اسمائے گرامی کا ذکر کرنے کی بات ہو رہی ہے۔ اگر اس روایت کے وہی معنی ہوں جو غالی حضرات لیتے ہیں تو پھر تشہد میں صرف امیر المومنین علیہ السلام کا نہیں بلکہ سب آئمہ علیہم السلام کے اسمائے گرامی کا ذکر کرنا واجب یا مستحب ہوگا جو کہ خود غالی حضرات بھی نہیں کرتے۔

اس بات میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں ہے کہ اگر امام علیہ السلام کے اس ارشاد کے معنی یہ ہوتے کہ یہ تو احسن اور اجمل ہے تو یقیناً آئمہ معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین کے تعلیم کردہ تشہد میں سب آئمہ کے ناموں کا ذکر ضرور ہوتا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک چیز کو وہ احسن اور اجمل کہیں اور خود اس کو ترک کر دیں؟ کیا یہ بات قابل تصور ہے کہ ہماری نماز میں کوئی ایسی احسن و اجمل چیز ہو جو آئمہ علیہم السلام کی نماز میں نہیں ہوتی تھی؟

اگر اس ارشاد کے یہی معنی ہوتے کہ یہ تو احسن اور اجمل ہے تو یقیناً شیعہ علماء و فقہاء بھی یہی معنی سمجھتے اور ہمیشہ سے وہ اس کے مستحب ہونے کا فتویٰ دے چکے ہوتے اور یہ شیعہ نمازوں میں پڑھا جا رہا ہوتا۔ اذان میں ذرا سی گنجائش کا فائدہ اٹھاتے ہوئے، جزو اذان نہ ہونے کا اعتراف کرنے کے باوجود، صدیوں سے قصد جزئیت کے بغیر اذان میں شہادت ولایت علی دی جا رہی ہے تو اس قدر واضح الفاظ کے ہوتے ہوئے کون شیعہ فقیہ یا مجتہد ایسا ہوتا جو اس کے مستحب موکد ہونے کا فتویٰ نہ دیتا۔ عجیب حیرت کی بات ہے کہ ہماری فقہ و اجتہاد کی پوری تاریخ میں کسی مجتہد اور فقیہ کو اس حدیث کے یہ معنی سمجھ نہیں آئے، اور سمجھ آئے تو چند سال قبل پاکستان کے کچھ غالیوں کو سمجھ آئے جو نماز ہی نہیں پڑھتے۔

امام علیہم السلام کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ان کا ذکر اجمال کے ساتھ کیا کرو۔ لہٰذا جب نماز میں **اللھم صل علی محمد و آل محمد** کہا جاتا ہے تو اجمال کے ساتھ سب آئمہ علیہم السلام کا ذکر ہوجاتا ہے۔ یہی اس ارشاد گرامی کا مدعا ہے۔

غالیوں کے ایک ترجمان نے ایک مضمون میں ان دونوں روایات کو درج کیا اور ان کے ترجمہ میں وہی ڈنڈی ماری جس کی ہم نے نشاندہی کی ہے۔ اس کے بعد وہ کہتے ہیں:

یہاں سے دو باتیں بالکل واضح ہورہی ہیں۔ ایک یہ کہ تشہد اور قنوت میں ہمیں اپنے ایمان کا اظہار کرنا ہے۔ اگر دل میں ولایت آئمہ پر کامل ایمان ہو (ایمان بالتوحید اور رسالت کی طرح) تو ان کی شہادت زبان سے جاری ہوجائے گی وگرنہ انسان شک اور تردد کا شکار رہے گا۔

ہم ان صاحب سے یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر ایسا ہے تو پھر ہم قرآن مجید پر، آخرت پر، سابقہ آسمانی کتابوں پر، فرشتوں پر، گزشتہ انبیاء اور رسولوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ اگر ان سب باتوں پر آپ کا ایمان کامل ہے تو ان کی شہادت بھی تشہد اور قنوت میں زبان سے جاری ہوجانی چاہیے۔ کیا تشہد اور قنوت میں ان کی شہادت کا آپ کی زبان پر جاری نہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ ان حقائق پر آپ کا ایمان شک وتردد کا شکار ہے؟ اگر تشہد وقنوت میں ان کی شہادت کے بغیر بھی آپ ان پر شک وتردد سے پاک اور پختہ ایمان رکھتے ہیں تو یہی چیز ولایت آئمہ پر کیوں صادق نہیں آسکتی کہ تشہد اور قنوت میں اس کے ذکر کے بغیر بھی دل میں اس پر کامل اور پختہ ایمان ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو آئمہ معصومین علیہم السلام کی سیرت اور تعلیمات کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ ان کی پیروی ہی ان کی ولایت ہے۔

و ما علینا الا البلاغ المبین

و الحمد للہ رب العالمین